اجابت السائلین

عن

عقائدالمسلمین

مترجم و مرتب

مولانا محمد ذیشان صدیق

نوٹ: اہل علم اگر کہیں تصحیح کی ضرورت محسوس کریں تو ضرور آگاہ فرمائیں

03062042901

جامعہ فیضان امہات المومنین للبنات نوری لعل لودھراں

کنزالمدارس بورڈ دعوت اسلامی

CamScanner

مقدمة علمية في علم العقائد والكلام

قال الإمام "أحمد رضا خان" الماتريدى الهندي: "الأمور المسمّلة في الدين على أربعة أقسام:

(1) ضروريات الدين: وهي ما ثبت من القرآن العظيم، أو الحديث المتواتر، أو الإجماع القطعيات الدلالات الواضحة الإفادات لا مجال فيها لشبهة ولا تأويل. ومن أنكرها أو اولها بتأويلات باطله، فهو كافر.

(2) ضروريات مذهب أهل السنة والجماعة: وهي أيضًا ثبتت من الدليل القطعي ولكن فيه نوع شبهة وتأويل في كونه قطعي الثبوت، ولذلك لا يكون منكرها كافراً، بل يكون ضالاً سيء المذهب.

(3) الثابتات المحكمة: وهي ما يكفي لثبوتها دليل ظنى عندما كان مفاده، راى اكبر حيث يجعل جانب خلافه مطروحا مضمحلا غير قابل للالتفات الخاص، فيكفى حديث احاد ،صحيح أو حسن، وكذا قول السواد الأعظم وجمهور العلماء فإن يدالله على الجماعة. ومنكرها بعد وضوح أمر خاطئ وآثم، وليس بسيء المذهب، والضال وليس بكافر ولا بخارج عن الإسلام.

(4) الظنيات المحتملة: وهي ما يكفي لثبوتها دليل ظني يسع لجانبه الخلاف سعة. ويقال لمنكرها مخطئٌ وقاصرٌ فقط ولا آثم فضلاً أن يكون ضالاً أو كافرًا.

(الفتاوى الرضوية: 385/29 مترجماً من الأردية، رسالة "اعتقاد الأحباب")

امام احمد رضا خان ماتُریدی ہندی رحمہ اللہ نے فرمایا دین میں مسلمہ امور چار اقسام پر مشتمل ہیں۔

(1) **ضروریاتِ دین** : یعنی وہ امور جو قرآنِ کریم، متواتر احادیث یا قطعی اجماع سے ثابت ہوں، ایسی واضح اور صریح دلیلوں کے ساتھ کہ جن میں نہ شبہ کی گنجائش ہو اور نہ کسی قسم کی تاویل کی۔ جو شخص ان کا انکار کرے یا ان میں باطل تاویلیں کرے، وہ کافر ہے۔

(2) **مذہب اہلِ سنت وجماعت کی ضروریات** : یہ بھی دلیلِ قطعی سے ثابت ہیں، لیکن ان کے قطعی الثبوت ہونے میں کسی قدر شبہ یا تاویل کی گنجائش پائی جاتی ہے، اس لیے ان کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ گمراہ اور بدعقیدہ شمار ہوتا ہے۔

(3) **ثابتاتِ محکمات** : وقہ امور ہیں جن کے ثبوت کے لیے دلیل ظنی (غیر قطعی مگر معتبر) کافی ہوتی ہے، جب کہ اس کا مفہوم ایسا راجح (غالب) ہو جس سے مخالف موقف کمزور، مردود اور اس قابل ہو جائے کہ اس پر خاص توجہ بھی نہ دی جائے۔ ایسے امور کے اثبات کے لیے صحیح یا حسن درجے کی حدیثِ آحاد کافی ہوتی ہے، اسی طرح امت کی اکثریت (سوادِ اعظم) اور جمہور علما کا قول بھی حجت شمار ہوتا ہے، کیونکہ "اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہے۔ جو شخص ان واضح اور مضبوط دلائل کے بعد انکار کرے، وہ خطا پر ہے اور گناہگار ہے، لیکن وہ نہ برا عقیدہ رکھنے والا ہے، نہ گمراہ، نہ کافر اور نہ ہی اسلام سے خارج ہو گا۔

(4) **ظنیاتِ محتملہ** : یہ وہ امور ہیں جن کے ثبوت کے لیے ظنی دلیل کافی ہوتی ہے اور جن میں اختلاف کی گنجائش بھی موجود ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کا انکار کرنے والے کو صرف خطا کرنے والا یا فہم میں قاصر کہا جائے گا، نہ وہ گناہگار ہو گا، اور نہ گمراہ یا کافر کہلائے گا۔

CamScanner

تعريف علم الكلام:

(1)قال الجرجاني: علم يبحث فيه عن ذات الله تعالى وصفاته، وأحوال الممكنات من المبدأ والمعاد على قانون الإسلام، والقيد الاخير لإخراج العلم الإلهي للفلاسفة.

امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم کلام وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اور ممکنہ مخلوقات کے حالات کا آغاز اور انجام یعنی مبدأ اور معاد پر اسلامی اصولوں کے مطابق گفتگو کی جاتی ہے۔ اس تعریف میں آخر میں "اسلامی قانون" کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ فلاسفہ کے الہیاتی نظریات کو اس دائرے سے خارج کر دیا جائے۔(التعريفات ص: 185)

(2)قال التفتازاني: "هو العلم بالعقائد الدينية عن الأدلة اليقينية". (شرح المقاصد: 27/1)

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم کلام وہ علم ہے جس میں دینی عقائد کو یقینی اور قطعی دلائل کے ذریعے ثابت کیا جاتا ہے۔

أسماء علم الكلام:

علم التوحيد والصفات، علم العقائد الدينية، الفقه الأكبر، علم أصول الدين، علم النظر والاستدلال.

علم کلام کے دیگر نام یہ ہیں، جیسے: علم التوحيد والصفات، علم العقائد الدينية، الفقه الأكبر، علم أصول الدين، اور علم النظر والاستدلال۔

موضوع علم الكلام: هو المعلوم من حيث يتعلق به إثبات العقائد الدينية تعلقًا قرباً أو بعيدًا.

علم کلام کا موضوع وہ تمام معلوم اشیاء ہیں جن کا دینی عقائد کے اثبات سے قریبی یا بعیدی تعلق ہو۔

وقيل: هو ذات الله تعالى؛ إذ يبحث فيه عن صفاته، وأفعاله. (التعريفات، ص: ٣٢٦)

بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ اس علم کا اصل موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کیونکہ اس میں اسی کی صفات اور افعال پر بحث و تحقیق کی جاتی ہے۔

قال بعض المتكلمين: الأصول: معرفة الباري تعالى بوحدانيته وصفاته، ومعرفة الرسل بآياتهم وبيناتهم، وبالجملة كل مسألة يتعين الحق فيها بين المتخاصمين فهي من الأصول. ومن المعلوم أن الدين إذا كان منقسماً إلى معرفة وطاعة، والمعرفة أصل والطاعة فرع، فمن تكلّم في المعرفة والتوحيد كان أصولياً، ومن تكلّم في الطاعة والشريعة كان فروعياً، فألاصول هو موضوع علم الكلام، والفروع هو موضوع علم الفقه

بعض علمائے کلام نے فرمایا ہے کہ اصول سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، اس کی وحدانیت اور صفات کے ساتھ، اور اسی طرح رسولوں کی پہچان، ان کی نشانیوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ۔ اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ مسئلہ جس میں دو متنازع فریقوں کے درمیان حق کا تعین لازم ہو، وہ اصول میں داخل ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ دین بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے: ایک **معرفت** (یعنی عقیدہ) اور دوسرا **طاعت** (یعنی عمل)۔ معرفت کو اصل اور طاعت کو فرع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو شخص معرفت اور توحید پر گفتگو کرے، وہ "**اصولی**" کہلاتا ہے، اور جو طاعت و شریعت پر کلام کرے، وہ "**فروعی**" کہلاتا ہے۔

لہٰذا "اصول" علم کلام کا موضوع ہے، اور "فروع" علم فقہ کا موضوع ہے۔

CamScanner

مقصود علم الكلام:

قال الإمام الغزالي رحمه الله: (وإنما مقصوده حفظ عقيدة أهل السنة، وحراستها عن تشويش أهل البدعة).
(مجموع رسائل الإمام الغزالي، المعتقد من المنقذ من الضلال، ص: ٥٥٤)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم کلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کی حفاظت کی جائے اور ان کو اہل بدعت کی طرف سے پیدا کیے جانے والے شکوک وشبہات اور گمراہ کن خیالات سے محفوظ رکھا جائے۔

فائدة علم الكلام: وفوائد علم الكلام على ما قال عضد الدين الإيجي (المواقف للإيجي، ١ / ٥٧–٥٨)

الأول: الترقي من حضيض التقليد إلى ذروة الإيقان.

الثاني: إرشاد المسترشدين بإيضاح المحجة، وإلزام المعاندين بإقامة الحجة.

الثالث: حفظ قواعد الدين عن أن تزلزلها شبه المبطلين.

الرابع: أن يُبنى عليه العلوم الشريعة فإنه أساسها، وإليه يُؤول أخذها واقتباسها.

الخامس: صحة النية وصحة الاعتقاد اذبها يُرجى قبول العمل، وغاية ذلك كله الفوز بسعادة الدارين.

علم کلام کے فوائد، جیسا کہ علامہ عضد الدين ايجى رحمه الله نے ذکر فرمائے، یہ ہیں:

(1) انسان کو تقلید کی پستی سے نکال کر یقین کی بلند چوٹی تک پہنچانا۔

(2) حق کے طالبوں کو واضح دلیل کے ذریعے ہدایت دینا اور حق کے منکرین وضدیوں کو ٹھوس حجت سے لاجواب کرنا۔

(3) دینی عقائد واصولوں کی حفاظت کرنا تاکہ باطل پرستوں کے شبہات انہیں متزلزل نہ کردیں۔

(4) علم شریعت کی بنیاد علم کلام پر قائم ہے، کیونکہ یہ اس کا اصل سہارا اور سرچشمہ ہے، اسی کے ذریعے شریعت کو اخذ کیا جاتا ہے۔

(5) نیت اور عقیدہ کی درستگی، کیونکہ انہی کے ذریعے عمل کی قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے۔

اور ان تمام فوائد کا حاصل یہ ہے کہ انسان دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی اور سعادت حاصل کرے۔

الأئمة في علم الكلام: قال الإمام أبو منصور عبد القاهر بن طاهر التيمي البغدادي المتوفى سنة ٤٢٩ هـ

عن ترتيب أئمة الدين في علم الكلام:

اول متكلمي أهل السنة من الصحابة علي بن أبي طالب لمناظرته الخوارج في مسائل الوعد والوعيد، ومناظرته القدرية، في القدر والقضاء والمشيئة والاستطاعة،

ثم عبد الله بن عمر في كلامه على القدرية والبراءة منهم ومن زعيمهم المعروف بمعبد الجهمى وادعت القدريه أن علياً كان منهم، وزعمو ان زعيمهم واصل بن عطاء المعتزلى اخذ مذهبه من محمد و عبدالله بن على رضى الله عنه هذا من بهتهم ومن العجائب ان يكون ابنا على قد علما واصلا رد شهادة على و طلحه۔

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تیمی بغدادی (متوفی 429ھ) نے علم کلام میں ائمۂ دین کی ترتیب کے بارے میں فرمایا:

اہل سنت کے پہلے متکلم صحابہ کرام میں حضرت علی بن ابی طالب ہیں، کیونکہ آپ نے خوارج سے وعد و وعید کے مسائل میں مناظرے کیے، اور قدریہ فرقے سے تقدیر، قضا، مشیئت (ارادہ) اور استطاعت (قدرت) کے مسائل میں گفتگو کی۔

پھر حضرت عبد اللہ بن عمر، جنہوں نے قدریہ کے خلاف کلام فرمایا، اور ان سے اور ان کے سردار معبد جہنی سے براءت ظاہر کی۔ قدریہ نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ حضرت علی بھی انہی میں سے تھے، اور یہ بھی جھوٹ کہا کہ ان کا امام واصل بن عطاء معتزلی نے اپنا مذہب حضرت محمد بن علی اور عبد اللہ بن علی سے لیا۔ حالانکہ یہ ان کا بہتان ہے،

اور تعجب کی بات ہے کہ علی کے بیٹوں نے واصل کو تعلیم دی ہو، اور پھر اسی واصل نے حضرت علی اور حضرت طلحہ کی گواہی کو رد کر دیا۔

وأوّل متكلّمي أهل السنّة من التّابعين عمر بن عبدِ العزيزِ وله رسالة بليغة في الرّدّ على القَدَريّة، ثمّ زيد بن عليّ بن الحسين بن عليّ بن أبي طالب، وله كتابٌ في الرّدّ على القَدَريّة من القرآن، ثمّ الحسنُ البَصْريُّ، وقد ادّعته القَدَريّةُ فكيف يصحّ لها هذه الدّعوى مع رسالته إلى عمر بن عبد العزيز في ذمّ القَدَريّة، ومع طَرْدِه واصلا عن مجلسه عند إظهاره بدعته ثم الشّعبيّ، وكان من أشدّ النّاس على القَدَريّة، ثمّ الزّهريُّ، وهو الّذي أفتى عبد الملك بن مروان بدماء القَدَريّة.

اہل سنت کے متکلم تابعین میں سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ہیں، جنہوں نے قدریہ فرقے کے رد میں ایک فصیح و بلیغ رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کے بعد حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہم اللہ کا نام آتا ہے، جنہوں نے قرآن کی روشنی میں قدریہ کے رد پر ایک مستقل کتاب لکھی۔ پھر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ہیں، جن کی طرف قدریہ نے غلط طور پر اپنی نسبت کی، حالانکہ ان کے اس جھوٹ کا پول خود حسن بصری کی وہ مکتوب سے کھل جاتا ہے جو انہوں نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کو قدریہ کی مذمت میں لکھا، نیز انہوں نے واصل بن عطاء کو اپنے حلقۂ درس سے صرف اس لیے نکال دیا تھا کہ اس نے بدعت کا اظہار کیا تھا۔ پھر امام شعبی رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے، جو قدریہ کے خلاف سخت ترین موقف رکھنے والوں میں سے تھے۔ ان کے بعد امام زہری رحمہ اللہ کا ذکر ہے، جنہوں نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کو قدریہ کے خون (یعنی قتل کے جواز) کا فتویٰ دیا۔

ومن بعد هذه الطبقة جعفرُ بن محمدٍ الصّادقُ، وله كتاب في الرّدّ على القَدَريّة، وكتاب في الرّدّ على الخوارج، ورسالةٌ في الرّدّ على الغُلاةمن الروافض، وهو الّذي قال: أرادت المُعتزلة أن تُوحّد ربها، فألحدت، وأرادت التعديل، فنسبت البخل إلى ربّها.

اس طبقے کے بعد حضرت جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ کا مقام آتا ہے۔ آپ نے قدریہ کے رد میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی، اسی طرح خوارج کے خلاف بھی ایک کتاب لکھی، اور روافض کے غالی (انتہا پسند) فرقوں کے خلاف ایک زبردست رسالہ تحریر کیا۔ آپ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے معتزلہ فرقے کی گمراہی پر نہایت جامع اور پُر اثر جملہ ارشاد فرمایا:

"معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا دعویٰ کیا، تو اس کوشش میں وہ الحاد (گمراہی) میں جا پڑے، اور جب انہوں نے عدل (انصاف) پر پرچار کیا تو انجام یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے رب پر بخل کی تہمت لگا دی۔"

CamScanner

وأوّل متكلّميهم من الفقهاء، وأرباب المذاهب، أبو حنيفةَ والشافعي، فإنّ أبا حنيفة له كتاب في الرّدّ على القَدَريّة سمّاه "الفقه الأكبر"، وله رسالة أملاها في نصرةِ قول أهل السنّة ان الاستطاعةُ مع الفعلِ، ولكنّه قال: إنّها تُصلِحُ للضدين. وعلى هذا قومٌ من أصحابنا، وقال صاحبُه أبو يُوسُفَ في المعتزلة: انهم زنادقة

ولشافعي كتابان في الكلام، أحدُهما في تصحيح النبوّة والرد على البراهمة، والثاني في الرّدّ على أهل الأهواءِ، وذكر طرفاً من هذا النوع في كتاب القياس وأشار فيه الى رجوعه عن قبول شهادة المُعتزلة وأهل الأهواءِ.

اہل سنت کے فقہاء اور ائمۂ مذاہب میں سے سب سے پہلے جنہیں متکلمین میں شمار کیا گیا، وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے قدریہ فرقے کے رد میں ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "الفقہ الاکبر" ہے۔ اسی طرح انہوں نے ایک رسالہ بھی املا کروایا جس میں اہل سنت کے اس عقیدے کی بھرپور تائید کی گئی کہ استطاعت (یعنی قدرت) فعل کے ساتھ ہی وجود میں آتی ہے۔ تاہم انہوں نے یہ بات بھی فرمائی کہ استطاعت دونوں متضاد افعال یعنی نیکی اور بدی کے لیے صلاحیت رکھتی ہے۔ ان کے بعض شاگردوں نے بھی اسی مؤقف کو اختیار کیا۔ امام ابو حنیفہ کے ممتاز شاگرد امام ابو یوسف

رحمہ اللہ نے معتزلہ کے بارے میں کہا کہ وہ زنادقہ ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے علم کلام پر دو اہم کتابیں تصنیف فرمائیں:

ایک کتاب نبوت کے اثبات اور برہمنوں کے باطل نظریات کے رد میں ہے، جبکہ دوسری اہل اہواء (گمراہ خواہش پرست فرقوں) کے رد میں ہے۔ انہوں نے ان موضوعات کے بعض پہلو اپنی مشہور کتاب "القیاس" میں بھی بیان کیے، اور اسی کتاب میں یہ اشارہ بھی دیا کہ وہ معتزلہ اور اہل بدعت کی شہادت کو قبول کرنے سے رجوع کر چکے ہیں۔

ثم من بعد الشّافعي تلامذته الجامعون بين الفقه والكلام كالحارثِ بن أسد المُحاسبي، وأبي عليّ الكرابيسي، وحرملة البويطي وداودالاصبهاني وعلى كتاب الكرابيسي في المقالات، معول المتكلّمين، في معرفة مذهب الخوارج، وسائر أهل الأهواء، وعلى كتبَه في الشّروط، وفي علل الحديث، والجرح، والتّعديل، معول الفقهاء، وحفّاظ الحديث، وعلى كتب الحارث بن اسد في الكلام، والفقه، والحديث، معول متكلّمي أصحابنا،وفقهائهم وصوفيتهم.

پھر امام شافعی کے بعد ان کے ایسے تلامذہ آئے جنہوں نے فقہ اور کلام دونوں کو جمع کیا۔ جیسے حارث بن اسد المحاسبی، ابو علی کرابیسی، حرملہ بویطی، اور داود اصفہانی کے ہیں۔ اہل کلام جب خوارج اور دیگر گمراہ فرقوں کے عقائد کو سمجھنے کے لیے علمی مآخذ تلاش کرتے ہیں تو ان کا اعتماد سب سے پہلے امام کرابیسی کی کتاب "المقالات" پر ہوتا ہے۔

اسی طرح فقہ وحدیث کے ماہرین اور حفاظ کرام امام کرابیسی کی شرائط، علل حدیث، اور جرح و تعدیل پر لکھی گئی کتابوں کو علمی حوالہ اور بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح امام حارث بن اسد المحاسبی کی تصانیف، (جن میں علم کلام، فقہ، اور حدیث شامل ہیں) پر اہل سنت کے متکلمین، فقہاء، اور صوفیاء مکمل اعتماد کرتے ہیں۔

ومن متكلّمي أهل السنّة في أيّام المأمون عبد الله بن سعيد التّيْميُّ، الّذي دَمر علم المعتزلة، في مجلس المأمون وفضحهم ببيانه وآثار بيانه في كُتُبِهِ، وهو أخو يحيى بن سعيد القطان، وارث علم الحديث، وصاحب الجَرح والتعديل، ومن تلامذة عبد الله بن سعيد عبد العزيز المكيّ الكناني، الذي فضح المعتزلة في مجلس المأمون، وتلميذه الحسن بن فضل البجَلي صاحبُ الكلامِ، والأصول، وصاحبُ التفسير والتاويل وعلى نكتة في القرآن معول

CS CamScanner

المفسّرين، وهو الذي استصحبه عبد الله بن طاهر، والي خُراسان الى خراسان فقال للناس: إنّه قد أخرج علم العراق كلّه إلى خراسان، ومن تلامذة عبد الله بن سعيد أيضًا الجنيد شيخ الصوفيّة، وإمام الموحدين، وله في التوحيد رسالة شرط المتكلمين، وعبارة الصوفية.

خلیفہ مامون الرشید کے دور میں اہلِ سنت کے ممتاز متکلمین میں سے ایک عظیم عالم عبد اللہ بن سعید تیمی رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے مامون کے دربار میں معتزلہ کے باطل نظریات کا زبردست رد کیا اور اپنے بلیغ کلام سے ان کی علمی بنیادوں کو منہدم کر دیا۔ ان کی علمی فصاحت وبلاغت کے آثار آج بھی ان کی تحریروں میں محفوظ ہیں۔ وہ مشہور محدث یحییٰ بن سعید القطان کے بھائی تھے، جو علم حدیث کے امام، اور جرح وتعدیل کے ماہر شمار ہوتے ہیں۔

عبد اللہ بن سعید کے شاگردوں میں ایک نمایاں نام عبد العزیز المکی کنانی کا ہے، جنہوں نے بھی خلیفہ مامون کے دربار میں معتزلہ کی علمی و عقلی کمزوریوں کو بے نقاب کیا۔ اور انہی عبد العزیز کنانی کے شاگرد تھے حسن بن فضل البجلی، جو علم کلام، اصولِ دین، تفسیر و تأویل کے ماہر عالم تھے، اور قرآن پر ان کی علمی نکتہ آفرینی پر مفسرین اعتماد کرتے تھے۔ یہی حسن بن فضل وہ بزرگ ہیں جنہیں عبد اللہ بن طاہر (گورنر خراسان) نے اپنے ساتھ خراسان لے جاکر کہا: "گویا انہوں نے پورے عراق کا علم خراسان منتقل کر دیا ہے"!

عبد اللہ بن سعید کے ممتاز شاگردوں میں ایک اور مشہور شخصیت جنید بغدادی بھی ہیں، جو صوفیاء کے پیشوا اور موحدین کے امام تھے۔ انہوں نے توحید کے موضوع پر ایک رسالہ تحریر فرمایا جو بیک وقت علم کلام کے منطقی اصولوں اور تصوف کے لطیف اسلوبِ بیان دونوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

ثم بعدهاشيخ النظرِ، وإمامَ الآفاق في الجدل والتحقيق، والمناظرة، أبو الحسن عليّ بن إسماعيل الأشعريّ، الذي صار شجا على حُلوقِ القدريّة، والجهميّة،والجسميه والروافض والخوارج، وقد ملأ الدنيا كتبه، وما رزق أحدٌ من المتكلمين من التبع ما قد رزق، لأنّه جميعُ أهل الحديث، وكلّ من لم يعتزل من أهل الرأي على مذهبه۔ ومن تلامذته المشهورين :أبو الحسن الباہلی، وأبو عبد الله بن مجاهد، وهما الذان أثمرا تلامذة هم الى اليوم شموس الزمان وأئمه العصَر،

پھر ان کے بعد نظر و عقل کے شیخ اور تحقیق، مناظرہ اور استدلال کے امام، ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمہ اللہ کا ظہور ہوا، جنہوں نے قدریہ، جہمیہ، جسمیہ، روافض اور خوارج جیسے گمراہ فرقوں کے لیے ایسا زبردست چیلنج بنے کہ وہ گویا ان کے حلق میں پھنس جانے والا کانٹا بن گئے۔ ان کی تصانیف نے ساری دنیا کو بھر دیا، اور کسی بھی متکلم کو وہ مقبولیت اور اتباع نصیب نہ ہوئی جو ان کو ملی، کیونکہ تمام اہلِ حدیث اور اہلِ رائے میں سے وہ لوگ جو معتزلہ کے اثر سے محفوظ رہے، سب ان کے طریقے پر ہو گئے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں ابو الحسن الباہلی اور ابو عبد اللہ بن مجاہد شامل تھے، جن کے شاگرد بعد میں اپنے زمانے کے چراغ، ہدایت کے مینار اور علمی آفتاب بنے۔

كابي بكر محمّد بن الطيبَ، قاضي قضاة العراق، والجزيرة، وفارس، وكرمان، وسائر حدود هذه النواحي، وأبي بكر محمد بن الحسين بن فورك، وأبي إسحاق إبراهيم بن محمد المهراني، وقبلهم أبو الحسن عليّ بن مهدي الطبريّ، صاحب الفقه، والكلام، والأصول، والأدب، والنحو، والحديث، ومن آثاره تلميذ مثل أبو عبد الله بن الحسين بن محمد البَزازى، صاحب الجدل، والتصانيف في كل باب من الكلام۔

CS CamScanner

ان میں سے نمایاں شخصیات ابو بکر محمد بن الطیب ہیں، جو عراق، جزیرہ، فارس، کرمان اور دیگر علاقوں میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے، اسی طرح ابو بکر محمد بن حسین بن فورک، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد المہرانی اور ان سے پہلے ابو الحسن علی بن مہدی طبری، جو فقہ، کلام، اصول، ادب، نحو اور حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ ان کے شاگرد ابو عبد اللہ بن حسین بن محمد بزازی تھے، جو مناظرہ اور علم کلام کے تمام ابواب میں تصانیف کے مالک تھے۔

وقبل هذا الطبقة شيخ العلّوم على الخصوص والمعموم، أبو علي الثقفي، في زمانه كان إمام أهل السنّة أبو العباس القلانسي، الذي زادت تصانيفه في الكلام على مائة وخمسين كتابًا، وتصانيف الثقفيّ، ونقوضه على أهل الأهواء، زائدةعلى مائة كتاب.وقد أدركنا منهم في عصرنا أبا عبد الله بن محمد و محمد بن طيب قاضي القضاة، و محمد بن الحسين بن فورک و ابراہیم بن محمد المهرانی و الحسين بن محمدالبزازی، وعلى منوال هؤلاء الذين ادركناهم شيخنا وهو لاحياءالحق كل وعلى اعدائه غل (أصول الدين لعبدالقاهر البغدادي، ص ٣٣٣–٣٣٥)

ان حضرات سے بھی پہلے ابو علی ثقفی رحمہ اللہ کا دور تھا، جو خاص وعام کے درمیان علم میں ممتاز تھے۔ ان کے زمانے میں اہل سنت کے امام ابو العباس قلانسی تھے، جن کی علم کلام پر ایک سو پچاس سے زائد کتابیں تھیں، اور ابو علی ثقفی کی تصانیف اور اہل بدعت کے رد میں نقوض بھی سو سے زیادہ تھیں۔ ہمارے زمانے میں ہم نے ان ہی سلسلۂ علم و تحقیق سے وابستہ کئی بزرگوں کو پایا، جیسے : ابو عبد اللہ بن محمد، محمد بن طیب قاضی القضاۃ، محمد بن حسین بن فورک، ابراہیم بن محمد المہرانی، اور حسین بن محمد بزازی۔ اور انہی بزرگوں کی روش پر چلنے والے ہمارے شیخ بھی تھے، جو حق کے احیاء والے اور باطل کے دشمنوں پر اللہ کا عذاب بن کر نازل ہونے والے تھے۔

أشهر المتكلمين وكتبهم: (الأول فالأول حسب التاريخ الهجري)

الفقه الأكبر للإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان بن ثابت، ت 150ھ

اللمع في الرد على أهل الزيغ والبدع لأبي الحسن الأشعري، ت 324ھ

"تاويلات أهل السنة" لأبي منصور الماتريدي، ت 333ھ

العقيدة الطحاوية للطحاوي، ت 341ھ

تمهيد الاوائل وتلخيص الدلائل وإعجاز القرآن لأبي بكر الباقلاني، ت 403ھ

أصول الدين لعبد القاهر البغدادي، ت 429ھ

التبصير في الدين لأبي المظفر الإسفرايبي، ت 471ھ

الإشارة إلى مذهب أهل الحق للشيرازی، ت 476ھ

أصول الدين للبَزدوي، ت 493ھ

CS CamScanner

التمهيد في بيان التوحيد (تمهيد أبو شكور السالمي)، لأبي شكور السالمي الحنفي، ت القرن الخامس الهجري وكان حياً سنة 460هـ

الاقتصاد في الاعتقاد للغزالي، ت 505هـ

بصيرة الأدلة، التمهيد، بحر الكلام للنَّسَفِي، ت 508هـ

تبين كذب المفتري لابن عساكر، ت 571هـ

أصول الدين للغزنوى، ت 593هـ

كتب الرازي ت 606هـ: الأربعين في أصول الدين، الخميس في أصول الدين، معالم أصول الدين،

الإشارة في علم الكلام، أساس التقديس، وغيرها.

غاية المرام في علم الكلام، إبكار الأفكار، للآمدي، ت 631هـ

طوالع الأنوار، مصباح الأرواح للبيضاوي، ت 685هـ

الصحائف الإلهية للسمرقندي. ت ٦٩٠ هـ

شرح الطوالع للأصفهاني. ت ٧٤٩ هـ

المواقف في علم الكلام لعضد الدين الإيجي. ت ٧٥٦ هـ

كتب التفتازاني ت ٧٩٣ هـ: شرح العقائد النسفية، مع حاشية السيالكوتي وشرح العصام، تهذيب الكلام في المنطق والكلام، شرح المقاصد.

شرح المواقف للجرجاني ت ٨١٦ هـ، مع حاشية السيالكوتي. ت ١٠٦٧ هـ

المسامرة بشرح المسايرة (شرح ابن أبي شريف، ت ٩٠٦ هـ، على كتاب الكمال ابن الهمام، ت ٨٦١ هـ)

الإعلام بقواطع الإسلام لابن حجر المكي. ت ٩٧٤ هـ

شرح الفقه الأكبر للقاري. ت ١٠١٤ هـ

متن الجوهرة في علم التوحيد لبرهان الدين اللقاني المالكي. ت ١٠٤١ هـ

تكميل الإيمان للشيخ عبد الحق الدهلوي. ت ١٠٥٢ هـ

الإرشاد الشامل كلاهما لإمام الحرمين الجويني. ت ١٠٨٥ هـ

أصول الرشاد لقمع مباني الفساد للإمام نقي علي خان. ت ١٢٩٧ هـ

"المعتقد المنتقد" للإمام فضل الرسول القادري البدايوني ت ١٢٧٩ هـ مع الحاشية القيمة المسماة:

"المستند المعتمد بناء نجاة الأبد" للإمام أحمد رضا خان. ت ١٣٤٠ هـ

CamScanner

بسم الله الرحمن الرحيم

السؤال1: هل قول القائل: (لولا النبی صلی الله علیه وسلم لما خلقت الدنیا ولا الجنة ولا النار ولا الأفلاك) صحیح ولا یتعارض مع أصول الدین وأساسیاته؟

کیا یہ کہنا درست ہے کہ" : اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا، جنت، دوزخ اور تمام کائنات پیدا نہ کی جاتی" ؟ اور کیا یہ بات دین کی اصولی تعلیمات اور اساسیات کے خلاف تو نہیں ہے؟

الجواب : لا شك أن هذا القول صحیح صادق، وهو ثابت بالأحادیث المتعددة، فقد روي الدیلمی عن ابن عباس حدیثاً مرفوعاً یؤیده، ولفظه : آتانی جبرائیل فقال ((قال الله: یا محمد لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار۔))

قول المسؤول عنه لا یتعارض مع أصول الدین وقواعده بل هو مؤیدٌ بالروایات، وأقوال العلماء الأعلام.

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قول بالکل درست اور سچ ہے، اور یہ مفہوم متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے جس سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

" جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا، اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔"

لہٰذا سوال میں مذکور قول دین کے اصول و قواعد کے خلاف نہیں بلکہ روایاتِ نبویہ اور جلیل القدر علما کے اقوال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

السؤال2: هل نبینا صلی الله علیه وسلم نُورٌ أم هو بَشَر؟

کیا ہمارے نبی ﷺ نور ہیں یا بشر؟

**الجواب :النبي صلى الله علیه وسلم بشر بحسب ظاهره كما أخبر به القرآن، بقوله: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [الإسراء: ٩٣]، وربما یُطلق علیه أنه صلى الله علیه وسلم نُور كما قال المفسرون في تفسیر آیة: ﴿قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِینٌ﴾ [المائدة: ١٥]، إن المراد من النور هو ذات رسول الله صلى الله علیه وآله وسلم كما في تفسیر ابن عباس وتفسیر الطبري، والرازي، والبیضاوي، والجلالین ، والخازن ،والنسفی ،والصاوی ،وغیرها من الكتب المعتمدة.
ولا منافاة بین البشریة والنورانیة كما قال العلماء۔**

نبی کریم ﷺ بظاہر بشر تھے، جیسا کہ خود قرآن کریم میں فرمایا گیا: (فرما دیجیے، پاک ہے میرا رب میں نہیں ہوں سوائے ایک بشر رسول کے)۔

تاہم بعض مواقع پر آپ ﷺ کو "نور " بھی کہا گیا ہے، جیسے سورہ المائدہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب آچکی ہے) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، امام طبری، فخر الدین رازی، امام بیضاوی، جلالین، امام خازن، امام نسفی، امام صاوی اور دیگر معتبر مفسرین نے "نور " سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو لیا ہے۔ نورانیت اور بشریت میں کوئی تضاد نہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے

CS CamScanner

السؤال3: هل النبي صلى الله عليه وسلم حيٌّ في قبره، وما أثر تلك الحياة علينا في حياتنا الدنيا؟

کیا نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور اس زندگی کا ہماری دنیاوی زندگی پر کیا اثر ہے؟

الجواب : حياة الأنبياء بعد وفاتهم، حقٌّ صحيح ثابت من القرآن الكريم والأحاديث النبوية، فقد قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ [آل عمران: ١٦٩]، فهذه الاية تدل على حياة جميع الانبياء بعد وفاتهم بمفهوم الموافقة، وذلك أن الأنبياء أولى بتلك المنقبة من الشهداء، وتدل على حياة نبينا صلى الله عليه وسلم بعموم لفظها، وذلك ان الله جمع له صلى الله عليه وسلم بين الشهادة والنبوة كما صح ذلك، قال السيوطي: «وما نبي إلا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة»

فيدخلون في عموم لفظ الآية. انتهى.

انبیاءِ کرام کی وفات کے بعد زندگی، ایک برحق حقیقت اور قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں۔"

یہ آیت تمام انبیاء کی موت کے بعد زندگی پر دلالت کرتی ہے، بطور موافقت، کیونکہ انبیاء شہداء سے زیادہ اس فضیلت کے مستحق ہیں۔ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی زندگی پر بھی دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس میں عموم کا لفظ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نبوت اور شہادت دونوں عطا فرمائیں، جیسا کہ ثابت ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا:

"کوئی نبی ایسا نہیں جس میں نبوت کے ساتھ شہادت کی صفت نہ ہو۔" پس وہ سب اس آیت کے عمومی مفہوم میں داخل ہیں۔

ومن الأخبار الدالة على ذلك:

ما أخرجه مسلم عن أنس: ((أن النبي صلى الله عليه وسلم ليلة أُسريَ به مرّ بموسى وهو يُصلي في قبره)).

وأخرج أبو يعلى والبيهقي عن أنس: ((أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأنبياء أحياء في قبورهم يُصلون)).

وأخرج أبو داود والبيهقي أنه صلى الله عليه وسلم قال: ((إن الله حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء)).

وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:"

نبی کریم ﷺ کو جب معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے، وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔"

اور ابو داود اور بیہقی نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"

CS CamScanner

فالنبي صلى الله عليه وسلم حيٌ في قبره حياةٌ حقيقيةٌ بروحه وجسده، يعبد ربه، ويردّ السلام على من سلّم عليه، ويشفع لأمته، و يدعو ويستغفرلهم، كما أخبر به الصادق المصدوق بنفسه، وأقوال العلماء والسلف في إثبات حياة الأنبياء كثيرة لا تكاد تحصى۔

پس نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں روح اور جسم کے ساتھ حقیقی زندگی رکھتے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، جو ان پر سلام بھیجے، اسے جواب دیتے ہیں، اپنی امت کے لیے شفاعت کرتے ہیں، ان کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں، جیسا کہ خود صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دی ہے۔

اور علماء و سلف صالحین کے اقوال انبیاء کی حیات کے اثبات میں اتنے زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آتے۔

السؤال4: هل يمكن فعلاً رؤية النبي أثناء اليقظة بعد وفاته صلى الله عليه وسلم، وما حقيقة هذا الأمر؟

کیا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کو دیکھنا واقعی ممکن ہے؟ اور اس بات کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: نعم رؤية النبي أثناء اليقظة بعد وفاته صلى الله عليه وسلم ممكن بل واقع لبعض الصالحين ولا يُوجَد مانع عقلي أو شرعي يمنعها۔

ومن الأخبار الدالة على ذلك ما رواه البخاري:((مَنْ رَآنِي فِي المَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي اليَقَظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي))

جی ہاں، نبی کریم ﷺ کو وفات کے بعد بیداری کی حالت میں دیکھنا ممکن ہے، بلکہ بعض نیک بندوں کے ساتھ یہ واقع بھی ہوا ہے، اور اس کے امکان میں نہ کوئی عقلی رکاوٹ ہے اور نہ ہی شرعی ممانعت۔ اس پر دلالت کرنے والی روایات میں سے ایک صحیح حدیث ہے جو امام بخاری نے روایت کی:

"جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔"

السؤال5: تحتفل الأمة الإسلامية بالمولد النبوي الشريف ونرى مَنْ يعترض على ذلك الاحتفال ويقول: إنه بدعة، فما حقيقة ذلك؟

امتِ مسلمہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن مناتی ہے، لیکن بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: ما زال أهل الإسلام من سائر الأقطار والمدن يحتفلون بمولده صلى الله عليه وآله وسلم، وله أصل ثابت من القرآن والسنه وأقوال العلماء وعملهم۔ولولا له في الشرع لكفى بسكوت الشرع عن منعه۔

وكان الاحتفال بمولده الشريف في عُصُور مختلفة بصور مختلفة إما بصيام أو بعتق جارية ، أو باطعام طعام أو باجتماع على ذكر أو صلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أوسماع شمائله الشريفة وتلاوة القرآن.

مسلمان اہلِ اسلام دنیا کے مختلف خطوں اور شہروں میں ہمیشہ سے نبی کریم ﷺ کے میلادِ مبارک کا جشن مناتے آئے ہیں، اور اس عمل کی اصل قرآن، سنت، علماء کے اقوال اور ان کے عمل میں موجود ہے۔ اگرچہ اس کے جواز پر دلیل موجود ہے۔ اگر نہ بھی ہوتی تو شریعت کی خاموشی ہی جواز کے لیے کافی تھی۔ مختلف ادوار میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ مختلف صورتوں میں منایا گیا، جیسے:

روزہ رکھ کر، باندی آزاد کرکے، کھانا کھلا کر، ذکر اور درود وسلام کی محفل منعقد کرکے، سیرتِ طیبہ سن کر اور قرآن کریم کی تلاوت کرکے۔

CamScanner

وعدم كون الاحتفال بمولده الشريف في القرون الأولى على هيئته التي وجدت في أيامنا لا يجعله ممنوعاً لما له أصل ثابت في الشرع كما لا يُجْعَل المصحف الموجود بين أيدينا ممنوعاً عدم كونه في القرون الأولى على هذه الهيئة من الإعراب والرموز، والنقوش والأحزاب والركوعات وأرقام الآيات وغير ذلك، وكذلك الأمر في جماعة صلاة التراويح حيث لم تكن في العهد النبوي.

یہ کہنا کہ میلاد کی موجودہ صورت پہلے زمانے میں نہیں تھی، اس کو ناجائز بنانے کے لیے کافی نہیں، کیونکہ اس کی اصل شریعت میں موجود ہے، جیسے کہ آج کا مصحف (قرآن مجید) اپنی موجودہ صورت میں پہلا دور نہیں رکھتا۔ اس میں اعراب، رموز، رکوعات، آیات کی گنتی وغیرہ شامل ہیں جو بعد میں شامل ہوئیں، مگر یہ سب شرعی اصل کے مطابق ہیں۔ اسی طرح تراویح کی جماعت کا باقاعدہ نظام عہد نبوی ﷺ میں موجود نہ تھا۔

وأما إنكار بعض العلماء على الاحتفال بالمولد النبوي الشريف فليس إنكاراً لأصل المولد الشريف بل لما سمعوه أو شاهدوه فيه من بعض المنكرات من التلاهي أو الملاعب أو اختلاط النساء بالرجال فنحن أيضاً ننكر مثل هذه الاحتفالات التي تشتمل على أي منكر شرعي سواء كانت الاحتفالات بالمولد الشريف أو غيره.

رہی بات بعض علماء کے میلاد النبی ﷺ کے جشن کے انکار کی، تو وہ اصل میلاد کا انکار نہیں بلکہ ان چیزوں کا ہے جو انہوں نے اس میں لہو ولعب، کھیل تماشے یا مردوں اور عورتوں کے اختلاط جیسی بعض منکرات کی صورت میں سنی یا دیکھیں۔ تو ہم بھی ایسے تمام جشن منانے کے طریقوں کی مخالفت کرتے ہیں جو کسی بھی شرعی منکر پر مشتمل ہوں، چاہے وہ میلاد شریف کی تقریبات ہوں یا کوئی اور۔

السؤال6: هل قول الله تعالى: (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّاباً رَّحِيماً) باقٍ حكمه إلى يوم القيامة أو أنه انتهى بانتقال النبي من الحياة الدنيا؟

کیا اللہ تعالیٰ کا اس فرمان (اور اگر وہ لوگ، جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں، آپ کے پاس آ جائیں، پھر اللہ سے معافی مانگیں، اور رسول ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب کریں، تو ضرور اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پائیں گے)

کا حکم قیامت تک باقی ہے یا نبی کریم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے پر ختم ہو گیا؟

الجواب: لا شك أنّ حكم هذه الآية باق إلى يوم القيامة وكيف لا والنبي أكبر وسيلة الخلق إلى الله تعالى في الدارين لأنه رحمة مُحْضَة على أن الآية مطلقة ليس لها مُقَيِّد نصي ولا عقلي، فليس هناك ما يُقَيِّد معناها بحياة النبي صلى الله عليه وسلم الدنيوية، فهي باقية بحكمها إلى يوم القيامة،

اس آیت کے حکم کے قیامت تک باقی رہنے میں کوئی شک نہیں، اور کیوں نہ ہو جبکہ نبی ﷺ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے بڑا وسیلہ ہیں، کیونکہ وہ سراپا رحمت ہیں۔ نیز یہ آیت مطلق ہے، اس کے معنی کو محدود کرنے کے لیے نہ کوئی نص موجود ہے نہ عقلی دلیل، اس لیے اس کے معنی کو نبی ﷺ کی دنیاوی زندگی تک محدود کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، پس اس کا حکم قیامت تک باقی ہے۔

CS CamScanner

فالعبرة بالقرآن دائماً بعموم اللفظ وليست بخصوص السبب، ومن زَعَم تخصيص تلك الآية بحياته صلى الله عليه وسلم أو بذلك السبب فعليه الدليل، فالإطلاق لا يحتاج إلى دليل لأنه الأصل، والتقييد هو الذي يحتاج للدليل. وهذا ما فَهِمَه المفسرون التزاماً بالأمر.

قرآن مجید میں ہمیشہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے، نہ کہ خصوصِ سبب کا، اور جو شخص اس آیت کو نبی ﷺ کی حیاتِ دنیا کے ساتھ خاص کرے یا اس کے سببِ نزول کے ساتھ، اس پر دلیل لازم ہے، کیونکہ اطلاق اصل ہوتا ہے اور اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، جبکہ تخصیص کے لیے دلیل ضروری ہوتی ہے۔ مفسرین نے بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے

وقد استدل بتلك الآية أغلب الفقهاء على استحباب زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم. وقد ذكرها الامام الغزالى ايضا في الاحياء، و امير المومنين ابو جعفر منصور سال الامام مالكا"استقبل القبلة وادعو أم استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال الإمام مالك: ولم تُصرف وُجهتك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم عليه السلام إلى الله تعالى يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفعْ به فيشفّعُه الله، قال الله تعالى: {ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك} [النساء:64]، فكفى بنا قدوة مثل هذه الأعلام.

اسی آیت سے اکثر فقہاء نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے استحباب پر استدلال کیا ہے، اور امام غزالی نے بھی اسے "احیاء العلوم" میں ذکر کیا ہے۔ اور امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے امام مالک سے پوچھا: "کیا میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے؟" تو امام مالک نے فرمایا: " آپ ﷺ سے اپنا چہرہ کیوں موڑو گے؟ حالانکہ وہ تمہارا وسیلہ ہیں، اور تمہارے والد آدم علیہ السلام کا بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں؟ بلکہ ان کی طرف رخ کرو اور ان کے وسیلے سے شفاعت طلب کرو، اللہ ان کی شفاعت کو قبول فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك﴾ " پس ہمارے لیے ایسے بزرگوں جیسا نمونہ کافی ہے۔

السؤال7: هل يجوز التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم في الدعاء بعد انتقاله؟

کیا نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے؟

الجواب: التوسل في اللغة ما يتوصّل به إلى الشيء ويتقرب به، وفي عرف الشرع ما يتوسّل ويتقرب به إلى الله سبحانه وتعالى من الأعمال الحسنة والذوات المقدسة وغيرها من كل حسن .وهو مشروع ثابت بالقرآن والسنة وأقوال السلف وعملهم. فقد ذكر الله سبحانه وتعالى الوسيلة في كتابه العزيز في موضعين: الموضع الأول يأمر بها قائلا: {يأيها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا إليه الوسيلة} [المائدة:35]، والثاني يثني على الذين يتوسّلون إليه في دعائهم، قال تعالى: {أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة أيهم أقرب ويرجون رحمته، ويخافون عذابه، إن عذاب ربك كان محذورا} [الإسراء:57].

توسل لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی مقصد تک پہنچا جائے یا قرب حاصل کیا جائے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں توسل وہ ہے جس کے ذریعے انسان نیک اعمال، مقدس ہستیوں اور ہر نیک چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔ یہ مشروع (جائز) ہے اور قرآن، سنت، سلف صالحین کے اقوال اور ان کے عمل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں دو مقامات پر وسیلے کا ذکر فرمایا:

پہلا مقام، جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔" **دوسرا مقام**، جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی جو دعا میں وسیلہ اختیار کرتے ہیں": یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہے۔"

وقد ورد في الأحاديث الكثيرة ذكر التوسل بالصالح والحسن. فمنها حديث عثمان بن حنيف الذي فيه ذكر أعمى. كشف الله عن بصره حين ما أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يدعو بوسيلة النبي صلى الله عليه وسلم، ومنها ما رواه البخاري (أنّ عمر بن الخطاب إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب فيسقون). وأما أقوال السلف في جوازه واستحبابه فكثيرة والتبرک والاستمداد والاستعانه كلها نوع من التوسل الى الله۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی نیک لوگوں اور نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرنا کثرت سے آیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں ایک نابینا شخص کو نبی کریم ﷺ نے آپ کے وسیلے سے دعا کرنے کی تلقین فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ اسی طرح بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قحط کے وقت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے اور بارش نازل ہوتی تھی۔

جہاں تک سلف صالحین کے اقوال اور عمل کا تعلق ہے، تو وہ بھی توسل کے جواز و استحباب پر قائم ہیں۔ تبرک (برکت لینا)، استمداد (مدد طلب کرنا)، اور استعانت (مدد چاہنا) یہ سب اللہ سے وسیلہ طلب کرنے کی ہی مختلف صورتیں ہیں۔

السؤال8: ما حكم الاستعانة والاستمداد بعباد الله واختيار الأسباب التي سببها الله للخلق وما دلائلها؟

اللہ کے بندوں سے استعانت و استمداد کرنے اور ان اسباب کو اختیار کرنے کا کیا حکم ہے جو اللہ نے مخلوق کے لیے بنائے ہیں؟ اور اس کے کیا دلائل ہیں؟

الجواب: الاستعانة والاستمداد هو طلب العون والمدد. فالعالم وذراته كلها يستعين بالله حقيقتاً في كل حين وآن لأن الكل محتاج إلى الله وقائم بإقامة الله إياه. ومن سنة الله إقامة العالم ومدده وإعانته بسبب من الأسباب التي خلقها الله هو بنفسه. فنحن كما نؤمن بأن الله هو المستعان الحقيقي الواحد نؤمن أن الله هو الخالق للأسباب التي بها قوام العالم وما هو موجود فيه حتى يأتي أمر الله بإفنائه. فالمسلم حينما استعان واستمد بخلق من مخلوق الله فإنما يستعين ويستمد بعد إيمان بأن الله هو المستعان المالك الخالق الحقيقي، وهذا الذي استعان به هو سبب محض لا تأثير له في دفع ضرر أو جلب نفع إلا بخلق الله.

استعانت و استمداد کا مطلب ہے مدد اور سہارے کا طلب کرنا۔ حقیقت میں تمام عالم اور اس کی ہر ذرّہ ہر وقت اللہ ہی سے مدد چاہتا ہے، کیونکہ سب اللہ کے محتاج ہیں اور اسی کے قائم کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اس نے دنیا کو چلانے کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں اور انہی کے ذریعے مدد اور نصرت عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ہی حقیقی مددگار، مالک اور خالق ہے، اور اسباب صرف ظاہری ذریعہ اور وسیلہ ہیں جن میں کسی نفع یا ضرر کا کوئی اثر بذاتِ خود نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ اللہ کی تخلیق و مشیت سے ہوتا ہے۔

CamScanner

ولهذا إذا اتخذ المسلم دواءً لدفع أي مرض يقول: "الله الشافي" فاتخاذه الدواء سبباً لدفع المرض لا ينكرها عاقل بعد ما يعتقده سبباً محضاً، فكذا كلما اتخذ مسلم سبباً من الأسباب المخلوقة واستعان واستمد منه سواء كان إنساناً أو شيئاً آخر وجب علينا لحسن الظن بالمسلم. والاستعانة والاستمداد والاستغاثة كلها مشروع ثابت بالقرآن والسنة. والذي ينكره فعمله مخالف لما يقول به لأن كل الإنسان يستعين ويستمد طول حياته بكثير من الناس والأشياء والآلات في كثير من الأمور، فاستعانته بالناس مجازية سببية وبالله حقيقية لأنه هو الخالق لكل سبب وموجده.

اسی لئے کوئی مسلمان بیماری کے وقت دوالیتاہے، مگر یقین رکھتاہے کہ شفااللہ ہی دیتاہے۔اسی طرح اگر کوئی بندہ اللہ کی مخلوق سے مدد طلب کرے بطور سبب، تو یہ عقلاًوشرعاًدرست ہے۔

استعانت، استمداد اور استغاثہ قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔جو انکار کرے، اس کا عمل خود اس کے قول کے خلاف ہوتاہے کیونکہ ہر انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے مدد لیتاہے، انسانوں سے بھی، چیزوں سے بھی، آلات سے بھی۔لہٰذا لوگوں سے مدد لیناسبب کی بنیاد پر ہوتاہے، حقیقی مددگار صرف اللہ ہی ہے، کیونکہ وہی ہر سبب کا خالق ہے۔

أما ثبوته بالقرآن فقول الله تعالى: وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [المائدة: ٢] فذلك ربنا يأمرنا بالتعاون مع الآخرين على أمور البر، فالمسلمون إذا لم يكونوا مشركين بتعاونهم على الأمور الكثيرة فكيف يكونون مشركين باستعانتهم واستمدادهم في أمورهم؟ فهل بين التعاون والاستعانة فرق يسبب الشرك؟ وقول الله حكاية عن سيدنا موسى عليه السلام: وَاجْعَل لِّي وَزِيراً مِّنْ أَهْلِي (29) هَارُونَ أَخِي (30) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (31) وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي (32) إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيراً [طه: ٢٩-٣٥] فهذا نبي الله موسى عليه السلام يسأل الله أن يجعل له أخاه هارون معاونا ومشاركا ومعينا في أمره، أليس هذا استعانة نبي بأخيه والاستمداد منه؟ وقول الله حكاية عن ذي القرنين: فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا [الكهف: ٩٥] حيث طلب ذو القرنين مددا من قوم الترك واستعان بقوة فعلتهم وآلاتهم وصناعهم فجعل حاجزا حصينا وبرزخا متينا لهم لسد يأجوج ومأجوج فتكون الحاجز باستعانة الطرفين؛ استعانة قوم الترك أولاً بذي القرنين واستعانة ذي القرنين ثانياً بالقوم لتجهير الأسباب، وهو في الحقيقة استمداد واستعانة من الرب.

قرآن سے ثبوت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔" جب تعاون کرنے والے مشرک نہیں کہلائے، تو مدد مانگنے والا کیوں مشرک ہو؟ تعاون اور استعانت میں ایسا کوئی فرق نہیں جو شرک کا سبب بنے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نقل کی:

اور میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنادے، ہارون، میرے بھائی کو، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط کردے، اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کے کام میں شریک اور مددگار بنادے، کیا یہ اپنے بھائی سے استعانت اور استمداد نہیں؟

CS CamScanner

اسی طرح اللہ نے ذوالقرنین کے قول کو نقل کیا: تم لوگ قوت سے میری مدد کرو۔" یعنی انہوں نے قوم ترک سے مدد لی، ان کے عمل، آلات اور صنعتوں کو استعمال کیا اور ان کے ساتھ مل کر سدِّ یاجوج وماجوج بنائی،

تو حقیقت میں یہ دوطرفہ استعانت تھی: قوم نے ذوالقرنین سے مدد لی، اور ذوالقرنین نے ان سے، اور اصل مدد دینے والا اللہ ہی ہے۔

وأما ثبوته بالسنّة فقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ)). فانظر كيف جاء الكلام على الحقيقة والمجاز في سياق واحد من صاحب جوامع الكلم. فعون الله للعبد على الحقيقة وعون العبد للعبد على المجاز على أن الله سبب العبد للعبد ظهيراً ونصيراً ومعيناً.

وقوله صلى الله عليه وسلم في حقوق الطريق: ((وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ)).

فنسب الإغاثة إلى العبد وأضافها إليه وندب العباد إلى أن يعين بعضهم بعضاً. وفي هذا الباب أحاديث وآثار كثيرة ، وكذلك أقوال العلماء لا تكاد تُحصى.

سنت سے ثبوت: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے"۔ دیکھئے کہ یہاں اللہ کی مدد حقیقی ہے، اور بندے کی مدد سبب کے طور پر ہے، کیونکہ اللہ نے بندے کو بندے کے لیے مددگار بنایا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کی مدد کرو، اور راستہ بھولے ہوئے کو راستہ دکھاؤ۔" یہ سب بھی مدد اور استعانت ہے، اور احادیث، آثار اور علماء کے اقوال اس باب میں بے شمار ہیں۔

السؤال9: ما حكم التبرك ودلائله؟

تبرک کا کیا حکم ہے اور اس کی دلائل کیا ہیں؟

الجواب: واعلم أن التبرك ليس هو إلا توسلاً إلى الله سبحانه وتعالى بذلك المتبرك به، سواء أكان أثراً أو مكاناً أو شخصاً. **أما الأعيان؛** فلاعتقاد فضلها وقربها من الله سبحانه وتعالى، مع اعتقاد عجزها عن جلب خير أو دفع شر إلا بإذن الله. **وأما الآثار؛** فلأنها منسوبة إلى تلك الأعيان، فهي مشرفة بشرفها، ومكرمة ومعظمة ومحبوبة لأجلها. **وأما الأمكنة؛** فلا فضل لها لذاتها من حيث هي أمكنة، وإنما لما يُحلّ فيها ويقع من خير وبرّ؛ كالصلاة والصيام وجميع أنواع العبادات مما يقوم به عباد الله الصالحون؛ إذ تتنزل فيها الرحمات، وتحضرها الملائكة، وتغشاها السكينة، وهذه هي البركة التي تطلب من الله في الأماكن المقصودة لذلك

اور جان لو کہ تبرک (برکت حاصل کرنا) درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، چاہے وہ کسی اثر، مقام یا کسی شخصیت کے ذریعے ہو۔ جہاں تک شخصیت کا تعلق ہے، تو ان کے فضل اور اللہ کے قرب کے اعتقاد کی وجہ سے، ساتھ ہی یہ اعتقاد بھی کہ وہ کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں، مگر اللہ کے حکم سے۔ اور جہاں تک آثار (نشانات) کا تعلق ہے، تو چونکہ وہ ان بزرگان کے ساتھ منسوب ہیں، اس لیے وہ بھی شرف یافتہ، مکرم اور محبوب ہوتے ہیں۔ اور جہاں تک جگہوں کا تعلق ہے، تو انہیں ذاتی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ وہاں نیکیاں، عبادات، نماز، روزہ، اور دیگر اعمال کیے جاتے ہیں، اس لیے وہ جگہیں برکت والی ہو جاتی ہیں؛ کیونکہ ان میں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور سکینت چھا جاتی ہے۔ یہی وہ برکت ہے جس کی اللہ سے دعا کی جاتی ہے۔

CamScanner

فالتبرك ثابت بالقرآن والسنة. أما القرآن فقوله تعالى في فضيلة التابوت: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ [البقرة: ٢٤٨].

وخلاصة القصة: أن هذا التابوت كان عند بني إسرائيل، وكانوا يستنصرون به ويتوسلون إلى الله تعالى بما فيه من آثار، وهذا هو التبرك بعينه الذي نريده ونقصده، وقد بين الله عزوجل محتويات التابوت فقال: وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ [البقرة: ٢٤٨]، وهذه البقية مما تركه آل موسى وهارون هي: عصا موسى وشيء من ثيابه وثياب هارون ونعلاه، وألواح من التوراة وطست كما ذكره المفسرون والمؤرخون كابن كثير، والقرطبي، والسيوطي، والطبري، وهو يدل على معان كثيرة، منها التوسل بآثار الصالحين، ومنها المحافظة عليها، ومنها التبرك بها. وقد يدفع العذاب عن الكفار والفجار لئلا يصيب من بينهم من المؤمنين ممن لا يستحق العذاب ومنه قوله تعالى: وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا [الفتح: ٢٥].

فلو لا الضعفاء المؤمنون الذين كانوا بمكة بين الكفار لعذب الله الكفار، فببركتهم أمنوا من العذاب. وقد قال المسيح بن مريم عليه السلام: وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ [مريم: ٣١].

تبرک کا ثبوت قرآن وسنت دونوں سے ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا: (ان کے نبی نے ان سے کہا: ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی، اور موسیٰ وہارون کے خاندان کی بچی ہوئی چیزیں ہوں گی، جنہیں فرشتے اٹھالائیں گے)۔

قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا، وہ اس سے مدد لیتے اور اس میں موجود آثار کے ذریعے اللہ سے وسیلہ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تابوت میں موجود اشیاء کا ذکر فرمایا:

"اور موسیٰ وہارون کے خاندان کی بچی ہوئی چیزیں"

یعنی: موسیٰ کی لاٹھی، ان کے اور ہارون کے کپڑے اور جوتے، تورات کی کچھ تختیاں، اور ایک طشت، جیسا کہ مفسرین ومؤرخین جیسے ابن کثیر، قرطبی، سیوطی، طبری نے بیان کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ:

نیک لوگوں کے آثار سے تبرک جائز ہے۔ ان کا احترام وحفاظت مطلوب ہے۔ ان سے وسیلہ وتقرب جائز ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ بعض نیک لوگوں کی موجودگی کی برکت سے اللہ کفار وفجار سے عذاب کو روک لے، جیسا کہ فرمایا: اور اگر وہ مؤمن مرد وعورتیں نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، اور تم انہیں کچل ڈالتے اور تمہیں ان کے باعث ندامت ہوتی، تو ہم کفار کو دردناک عذاب دیتے۔

یعنی مکہ میں موجود نیک وکمزور مؤمنین کی برکت سے کفار پر عذاب نازل نہیں ہوا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا:

"اور مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی ہوں"

CamScanner

وأما ثبوته من السنة فما رواه البخاري في وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((فَوَاللَّهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ... إلخ))

قال ابن حجر العسقلاني في شرح هذا الحديث: ((وفيه طهارة النخامة والشعر المنفصل والتبرك بفضالات الصالحين الطاهرة)).

ومن الأحاديث يثبت بها التبرك ما رواه البخاري: ((عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ، فَقَالَ لِي: «انْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ، فَأَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُصَلِّيَ فِي مَسْجِدٍ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَسَقَانِي سَوِيقًا، وَأَطْعَمَنِي تَمْرًا، وَصَلَّيْتُ فِي مَسْجِدِهِ)) ففي هذا الحديث أيضاً ثبوت التبرك بقدح النبي ومكان صلاته صلى الله عليه وسلم. وبالجملة في الإسلام دلائل كثيرة على ثبوت التبرك بالأنبياء وغيرهم من الصالحينوالأمكنة الشريفة والأشياء المقدسة كالقرآن وشعائر الإسلام.

اور سنت سے اس (تبرک) کا ثبوت اس روایت سے ہے جسے بخاری نے وضو کے بارے میں نقل کیا ہے: اللہ کی قسم ہر رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی تھوکا نہیں، مگر وہ تھوک ان میں سے کسی آدمی کے ہاتھ میں گرا، تو اس نے اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا.. "الخ

ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کہا:

"اس میں (دلیل ہے) کہ نبی ﷺ کی تھوک اور جدا شدہ بال پاک ہیں، اور نیک لوگوں کی پاک بچی ہوئی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔" اور ان احادیث میں سے جن سے تبرک ثابت ہوتا ہے، وہ روایت بھی ہے جو بخاری نے نقل کی: ابو بردہ نے کہا: میں مدینہ آیا تو عبد اللہ بن سلام مجھے ملے، اور انہوں نے مجھ سے کہا: 'چلو میرے گھر، میں تمہیں اس برتن میں مشروب پلاؤں گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے پیا تھا، اور اس مسجد میں نماز پڑھواؤں گا جس میں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔'

پس میں ان کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ستو پلایا، مجھے کھجور کھلائی، اور میں نے اس کی مسجد میں نماز پڑھی۔"

پس اس حدیث میں بھی نبی ﷺ کے برتن اور ان کی نماز کی جگہ سے تبرک کا ثبوت ہے۔ اور مجموعی طور پر اسلام میں بہت سی دلیلیں موجود ہیں انبیاء اور دیگر نیک لوگوں سے، مبارک جگہوں اور مقدس چیزوں جیسے قرآن اور شعائرِ اسلام سے تبرک کے ثبوت پر۔

السؤال10: ما حكم تكفير المسلم؟ وما هو موقف الإمام أحمد رضا خان في هذه المسألة؟

کسی مسلمان کو کافر کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس بارے میں امام احمد رضا خان کا کیا مؤقف ہے؟

الجواب: قد دلت أدلة الشرع على أن العبد يدخل في الإسلام بنطقه بالشهادتين، ويحرم بذلك دمه وماله وعرضه في الدنيا، والدار الآخرة هي دار الكرامة للمؤمنين، ينجو فيها المؤمن بإيمانه، كما أخبر به النبي صلى الله عليه وسلم: ((فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: «لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ»، يَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ)).

وإذا كان المسلم عاصيا وقد استحق النار بعصيانه فإنه لا يخلد فيها أبداً، بل ينتفع بهذه الكلمة الطيبة - كلمة التوحيد- فيخلص بها من النار،

CS CamScanner

شرعی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بندہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کا خون، مال اور عزت دنیا میں حرام ہو جاتے ہیں، اور آخرت مؤمنوں کے لیے عزت کی جگہ ہے، مؤمن وہاں اپنے ایمان کے ذریعے نجات پاتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کر دیا جو 'لا الٰہ الا اللہ' کہے اور اللہ کی رضا چاہے۔"

اور اگر مسلمان گناہگار ہو اور اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو، تو بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، بلکہ وہ اس پاکیزہ کلمے **كلمة توحيد** سے فائدہ اٹھائے گا اور اسی کے ذریعے جہنم سے نجات پا جائے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: «لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ» وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: «لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ» وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: «لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ» وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ)).

والعلماء يقولون: من ثبت له عقد الإسلام بيقين لا يخرج منه إلا بيقين.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص جہنم سے نکل جائے گا جس نے **لا إله إلا الله** کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی خیر (بھلائی) ہو، اور وہ بھی جہنم سے نکل جائے گا جس نے **لا إله إلا الله** کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر خیر ہو، اور وہ بھی جہنم سے نکل جائے گا جس نے **لا إله إلا الله** کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہو۔"

اور علماء فرماتے ہیں: جس شخص کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو وہ صرف یقینی دلیل سے ہی اسلام سے خارج سمجھا جا سکتا ہے۔

فيجب التحذير من الوقوع في تكفير المسلم بغير بينة أوضح من الشمس في رابعة النهار؛ لما يترتب على الحكم بالردة من أحكام كثيرة مؤثرة في الأفراد والمجتمعات. يقول الإمام الغزالي رحمه الله: «ينبغي التحرز عن التكفير ما وجد إليه سبيلا؛ فإن استباحة دماء المصلين المقرّين بالتوحيد خطأ، والخطأ في ترك ألف كافر في الحياة أهون من الخطأ في سفك دم مسلم واحد».

پس لازم ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر (کافر قرار دینے) سے سختی سے پرہیز کیا جائے جب تک کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو دن کے وقت چمکتے سورج سے بھی زیادہ واضح ہو، کیونکہ ارتداد (اسلام سے پھرنے) کا حکم دینے کے بہت سے سنگین اثرات افراد اور معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہاں تک ممکن ہو تکفیر سے بچنا چاہیے، کیونکہ نماز پڑھنے والوں اور توحید کا اقرار کرنے والوں کا خون ناحق بہانا ایک بڑی غلطی ہے، اور ہزار کافروں کو زندہ چھوڑ دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ ایک مسلمان کا خون ناحق بہا دیا جائے۔"

CS CamScanner

وقد حذر الشرع المطهر أشد التحذير من إطلاق الحكم بالكفر على المسلم بغير بينة واضحة لا إشكال فيها. قال الله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلاَ تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً [النساء: 94]

قال الطبري رحمه الله في تفسير الآية: فَتَبَيَّنُوا يقول: فتأنوا في قتل من أشكل عليكم أمره، فلم تعلموا حقيقة إسلامه ولا كفره، ولا تعجلوا فتقتلوا من التبس عليكم أمره، ولا تتقدموا على قتل أحد إلا على قتل من علمتموه يقينا حرباً لكم ولله ولرسوله.

شریعتِ مطہرہ نے مسلمان پر بغیر واضح اور بے اشکال دلیل کے کفر کا حکم لگانے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، اور جو تمہیں سلام کرے اُسے یہ نہ کہو کہ 'تو مؤمن نہیں ہے'، تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پاس بہت سے غنائم ہیں، تم خود بھی پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا، پس تحقیق کر لیا کرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔"

امام طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: تحقیق کر لو "یعنی جس کا معاملہ تمہیں مشتبہ لگے، اسے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو، نہ ہی اس وقت تک کسی کو قتل کرو جب تک اس کا کفر یقینی طور پر ثابت نہ ہو، اور جس کا حال واضح نہ ہو اس کو قتل نہ کرو۔

كما حذر النبي صلى الله عليه وسلم أمته أيضاً فقال: ((أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا)). وفي لفظ آخر في الصحيحين وغيرهما: ((مَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللَّهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ، إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ)) ، أي: رَجَعَ، وفي لفظ في الصحيح: ((فقد كفَرَ أَحَدُهُمَا)) ، ففي هذه الأحاديث وما ورد موردها أعظم زاجراً وأكبر واعظاً عن السراع في التكفير.

وروى الطحاوي عن أبي حنيفة وأصحابنا: «لَا يُخْرِجُ الرَّجُلَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا جُحُودُ مَا أَدْخَلَهُ فِيهِ، ثُمَّ مَا تيقن أَنَّهُ رِدَّةٌ يُحْكَمُ بِهَا، وَمَا شَكَّ أَنَّهُ رِدَّةٌ لَا يُحْكَمُ بِهَا، إِذْ الْإِسْلَامُ الثَّابِتُ لَا يَزُولُ بِشَكٍّ مَعَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَعْلُو، وَيَنْبَغِي لِلْعَالِمِ إِذَا رُفِعَ إِلَيْهِ هَذَا أَنْ لَا يُبَادِرَ بِتَكْفِيرِ أَهْلِ الإسلام مَعَ أَنَّهُ يَقْضِي بِصِحَّةِ إِسْلَامِ أَهْلِ الْكُفْرِ».

إن تكفير المسلم يؤدي إلى استباحة الدماء والأموال فينبغي التريث فيه وكف اللسان عمن قال: «لا إله إلا الله محمد رسول الله» غير مناقض لها؛ فإن التكفير فيه الخطر، والسكوت لا خطر فيه.

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی امت کو سختی سے متنبہ فرمایا: جو شخص اپنے بھائی سے کہے: اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک پر وہ بات لوٹ آتی ہے۔" اور ایک روایت میں ہے: جس نے کسی کو کفر کہا یا کہا: اے اللہ کے دشمن! اور وہ ویسا نہ ہو تو وہ بات کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔" امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے امام طحاوی رحمہ اللہ نے نقل کیا: کسی شخص کو اسلام سے صرف اس چیز کے انکار سے خارج سمجھا جائے گا جس کی بنیاد پر وہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اور صرف اسی چیز کو ارتداد سمجھا جائے گا جس کے بارے میں یقینی طور پر ثابت ہو کہ وہ کفر ہے۔ جس چیز میں شک ہو کہ آیا وہ کفر ہے یا نہیں، تو وہ ارتداد شمار نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ثابت شدہ اسلام شک سے زائل نہیں ہوتا، اسلام ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔" لہٰذا مسلمان کی تکفیر انتہائی خطرناک ہے، کیونکہ اس سے جان و مال حلال ہو جاتے ہیں، اس لیے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے، اور جس نے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کہا اور اس کی مخالفت میں کوئی واضح دلیل نہ ہو، اس پر زبان بند رکھنا واجب ہے، کیونکہ تکفیر میں خطرہ ہے، اور خاموشی میں کوئی خطرہ نہیں۔

CS CamScanner

مَوْقِفُ الإمام أحمد رضا خان في مسألة التكفير:

قال الإمام أحمد رضا خان عليه رحمة الرحمن: «أمر أئمتنا بانه إذاكانَ فِي الكلامِ تِسْعٍ وَتِسْعُونَ احْتِمَالا لِلكُفْرِ وَاحْتِمَالٌ وَاحِدٌ لِلإِسْلَامِ يَجِبُ حَمْلُ الكلامِ عَلَى الإِسْلَامِ مَا لَمْ يَثْبُتْ خِلَافُهُ».

وقال نقلا عن شرح "الفقه الأكبر" لعلي القاري: «قد ذكروا أن المسألة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه فالأولى للمفتي والقاضي أن يعمل بالاحتمال النافي».

وقال نقلا عن خلاصة الفتاوى وجامع الفصولين ومحيط البرهاني والفتاوى الهندية وغيرها: «إذا كانت في المسألة وجوه تُوجِبُ التكفير ووجهٌ واحدٌ يمنع التكفير فعلى المفتي والقاضي أن يَمِيلَ إلى ذلك الوجه ولا يُفتي بكفره تحسيناً للظن بالمسلم، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم، وإن لم يكن لا ينفعه حمل المفتي كلامه على وجه لا يُوجِبُ التكفير».

نسأل الله تعالى أن يرزقنا البصيرة في الدين، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا ورسولنا محمد وآله وصحبه أجمعين.

امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ہمارے ائمہ کا حکم ہے کہ اگر کسی بات میں 99 احتمال کفر کے ہوں اور صرف 1 احتمال اسلام کا ہو، تو جب تک خلاف ثابت نہ ہو، اس بات کو اسلام پر محمول کرنا واجب ہے۔"

انہوں نے "شرح الفقہ الاکبر " علی القاری سے نقل کیا: علماء نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی کفر سے متعلق مسئلے میں 99 احتمال کفر کے ہوں اور 1 احتمال کفر کے انکار کا ہو، تو مفتی اور قاضی کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس ایک انکار والے احتمال پر عمل کریں۔"

نیز، انہوں نے خلاصۃ الفتاویٰ، جامع الفصولین، محیط برہانی، فتاویٰ ہندیہ وغیرہ سے نقل فرمایا:

"اگر کسی مسئلے میں بہت سے پہلو ایسے ہوں جو تکفیر کا تقاضا کریں، اور ایک پہلو ایسا ہو جو تکفیر سے مانع ہو، تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اسی پہلو کی طرف مائل ہوں اور تکفیر کا فتویٰ نہ دیں، مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے۔ پھر اگر قائل کی نیت بھی وہی ہو جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے، اور اگر نیت وہ نہ ہو تو مفتی کا غیر تکفیر والا محمل کچھ فائدہ نہ دے گا۔" ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دین میں بصیرت عطا فرمائے، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی و رسول محمد ﷺ پر، اور ان کے آل و اصحاب پر، سب پر کامل برکت ہو۔

السؤال11: ما حكم زيارة القبور عموما وزيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وهل يجوز شد الرحال بقصد زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وقبور الصالحين؟

عام طور پر قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟ اور نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا نبی ﷺ کی قبر اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا جائز ہے؟

CamScanner

الجواب: لا خلاف بين الفقهاء في أنه تندب للرجال زيارة القبور، لقوله صلى الله عليه وسلم: ((إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ)) ، ولأنه صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى البقيع لزيارة الموتى ويقول:

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ)) .

أما النساء فمذهب الجمهور أنه تُكره زيارتهن للقبور ، لأن الحديث جاء فيه أنه: ((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ)) . ولأن النساء فيهن رقة قلب، وكثرة جزع، وقلة احتمال للمصائب، وهذا مظنة لطلب بكائهن، ورفع أصواتهن.

فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت مستحب ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا، تو اب ان کی زیارت کرو، کیونکہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔"

اور اس لیے بھی کہ نبی ﷺ بقیع کی طرف نکلتے تھے مردوں (قبروں) کی زیارت کے لیے اور فرماتے تھے: تم پر سلام ہو، اے مومن قوم کا گھر، اور تمہیں وہ چیز پہنچ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ہم ان شاء اللہ تم سے لاحق ہونے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد کے اہل کو بخش دے۔"

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے: نبی ﷺ نے قبروں کی زیادہ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔" اور اس لیے بھی کہ عورتوں میں نرمی دل کی، زیادہ رونا، اور مصیبتوں پر کم صبر ہوتا ہے، اور یہ رونے اور آواز بلند کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

وأما زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وشدّ الرحال إليه فمن أعظم المندوبات بل أقرب إلى الواجبات وقد يُخطئ بعض الناس في فهم حديث: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى)) .

فيستدلون به على تحريم شد الرحل لزيارة النبي؛ ويعتبرون أن السفر بذلك سفر معصية، وهذا الاستدلال مردود لأنه مبني على فهم باطل، فالحديث كما سترى في باب والاستدلال في باب آخر.

اور رہی بات نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت اور اس کی طرف سفر اختیار کرنے کی، تو یہ سب سے بڑی نیکیوں میں سے ہے بلکہ واجبات کے قریب ہے۔

اور بعض لوگ حدیث (لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ...) کو غلط سمجھتے ہیں اور اس سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہے اور اسے گناہ کا سفر سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ یہ حدیث ایک باب میں آئی ہے اور اس کا استدلال دوسرے باب میں کر رہے ہیں۔

CamScanner

وبيان ذلك هو أن قوله: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ)) جاء على الأسلوب المعروف عند اللغويين بأسلوب الاستثناء، وهذا يقتضي وجود مستثنى ومستثنى منه، فالمستثنى هو ما كان بعد "إلا"، والمستثنى منه هو ما كان قبلها، وهو إما مذكور أو مقدّر، وهذا مقرر ومعروف في كتب النحو.

اس کی وضاحت یہ ہے کہ حدیث:((لا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ...)) لغت کے اعتبار سے "استثناء" کے انداز میں آئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز مستثنیٰ ہے اور کسی چیز سے مستثنیٰ ہے، اور مستثنیٰ وہ ہوتا ہے جو "إِلَّا" کے بعد آتا ہے، اور مستثنیٰ منہ وہ ہوتا ہے جو اس سے پہلے آتا ہے، اور یہ یا تو مذکور ہوتا ہے یا مقدر۔

وإذا نظرنا إلى هذا الحديث وجدنا أنه قد جاء فيه التصريح بذكر المستثنى وهو قوله: «إلا ثلاثة مساجد»، ولم يأتِ ذكر المستثنى منه، فلا بد إذاً من تقديره.

وقد وجدنا بحمد الله في السنة النبوية من طريق الروايات المعتبرة ما فيه التصريح بالمستثنى منه فمنه ما أخرجه الإمام أحمد من طريق شَهْر بن حَوْشَب قال: سمعت أبا سعيد وذكرت عنده الصلاة في الطور فقال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((لَا يَنْبَغِي لِلْمُطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَبْتَغِي فِيهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا))

قال الحافظ ابن حجر: "وَشَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ فِيهِ بَعْضُ الضَّعْفِ"

ومنه ما جاء عن عائشة رضي الله عنها، قالت: ((قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَمَسْجِدِي خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ، أَحَقُّ الْمَسَاجِدِ أَنْ تُزَارَ، وَتُشَدَّ إِلَيْهِ الرَّوَاحِلُ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، وَمَسْجِدِي، صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) .

جب ہم اس حدیث کو دیکھتے ہیں تو ہمیں صرف مستثنیٰ کا ذکر ملتا ہے یعنی: "تین مساجد"، اور مستثنیٰ منہ کا ذکر نہیں آیا، لہٰذا اسے مقدر ماننا پڑے گا۔ اور الحمدللہ ہمیں سنت نبویہ کی معتبر روایات میں اس کا مستثنیٰ منہ واضح طور پر ملتا ہے، جیسے کہ امام احمد کی روایت میں حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی سوار کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مسجد کی طرف سفر کرے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے"۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ راوی شہر بن حوشب حسن الحدیث ہیں اگرچہ ان میں کچھ ضعف ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں، اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری ہے، اور ان مساجد میں سب سے زیادہ حقدار زیارت اور سفر کی مسجد حرام اور میری مسجد ہے۔ میری مسجد میں نماز، باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے"۔

فكلامه عن المساجد ليبين للأمة أن ما عدا هذه المساجد الثلاثة متساوٍ في الفضل فلا فائدة في التعب بالسفر إلى غيرها. أما هي فلها مزيد فضل ولا دخل للمقابر في هذا الحديث، فإدخالها في هذا الحديث يعتبر ضرباً من الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

رسول اللہ ﷺ کا کلام مساجد کے بارے میں ہے، تاکہ امت کو واضح ہو کہ ان تین مساجد کے سوا باقی سب مساجد برابر ہیں اور ان کی زیارت کے لیے سفر کرنے کا فائدہ نہیں، ان تینوں مساجد کا خاص مقام ہے۔ اور قبروں کا ان احادیث سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا قبروں کو ان احادیث میں شامل کرنا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔

CamScanner

هذا مع أن الزيارة مطلوبة، بل وكثير من العلماء يذكرونها في كتب المناسك على أنها من المستحبات، ويؤيد هذا أحاديث كثيرة، نذكر جملة منها:

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي)) .

وعن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعْلَمُ لَهُ حَاجَةً إِلا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) .

وعن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:

((مَنْ حَجَّ فَزَارَقَبْرِي فِي مَمَاتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي)).

وعن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي)).

یہاں نبی ﷺ کی زیارت مطلوب ہے، بلکہ بہت سے علماء نے اپنی مناسک حج کی کتابوں میں اس زیارت کو مستحب کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اس کی تائید کئی احادیث سے ہوتی ہے، جن میں سے کچھ ہم ذکر کرتے ہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔ اور فرمایا: جو شخص میرے پاس صرف زیارت کی نیت سے آئے، اس کا مجھ پر حق ہے کی میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں"۔ اور فرمایا: جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد، وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو"۔ اور فرمایا: جو میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے، وہ ایسا ہے جیسے اس نے مجھے میری زندگی میں زیارت کی"۔

والحاصل: أنَّ أَحَادِيثَ الزِّيَارَةِ لَهَا طُرُقٌ كَثِيرَةٌ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضًا، كما نقله المناوي عن الحافظ الذهبي في "فيض القدير"، خصوصا وأن بعض العلماء صححها أو نقل تصحيحها كالسبكي وابن السكن والعراقي والقاضي عياض في "الشفا"، والملا علي القاري شارحه، والخفاجي كذلك في "نسيم الرياض"، وكلهم من حفاظ الحديث وأئمته المعتمدين، ويكفي أن الأئمة الأربعة رضي الله عنه و غيرهم من فحول العلماء وأركان الدين قالوا بمشروعية زيارة النبي صلى الله عليه وسلم، كما نقله عنهم أصحابهم في كتب فقههم المعتمدة، وهذا كاف منهم في تصحيح أحاديث الزيارة وقبولها، لأن الحديث الضعيف يتأيد بالعمل والفتوى كما هو معروف من قواعد الأصوليين والمحدثين.

خلاصہ یہ کہ ان زیارت سے متعلق احادیث کے کئی طرق ہیں، جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں، جیسا کہ امام مناوی نے حافظ ذہبی سے "فیض القدیر" میں نقل کیا ہے۔ خصوصاً جب کہ بعض علماء نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا یا صحیح قرار دینے والوں کا قول نقل کیا، جیسے: امام سبکی، ابن السکن، امام عراقی، قاضی عیاض (شفا میں)، ملا علی قاری (شارح شفا) اور خفاجی (نسیم الریاض میں)۔ یہ سب حدیث کے حفاظ اور معتمد ائمہ ہیں، اور یہ کافی ہے کہ چاروں ائمہ اور دوسرے جلیل القدر علماء نے نبی ﷺ کی زیارت کو مشروع قرار دیا، جیسا کہ ان کے شاگردوں نے ان کی فتاویٰ کی معتبر کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور چونکہ ضعیف حدیث عمل اور فتویٰ سے تقویت پا جاتی ہے، جیسا کہ اصولیوں اور محدثین کے اصول سے ثابت ہے، لہٰذا ان احادیث کو قبول کرنا درست ہے۔

CS CamScanner

السؤال12: ما حكم دخول المسلم في طريقة صوفية ولماذا تتعدد هذه الطرق؟ وإذا كان التصوف هو الزهد والذكر والسلوك الحسن إلى الله، فلماذا لا يكتفي المسلم لمعرفة آداب وسلوك النفس بالكتاب والسنة؟

مسلمان کا تصوف کے طریق میں داخل ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور یہ طرق متعدد کیوں ہیں؟ اور جب تصوف زہد، ذکر اور اللہ کی طرف اچھا سلوک ہے تو پھر مسلمان قرآن و سنت سے ہی آداب و سلوک نفس کیوں نہ سیکھ لے؟

الجواب: الطرق الصوفية متعددة المشارب والمناهج، فما وافق منها كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو مقبول، وما خالف فهو مرفوض.

وأصل التصوف هو تربية الإنسان ليطبق الأحكام الشرعية بالشكل الصحيح، ولينزع من نفسه الأخلاق الذميمة ويغرس الأخلاق الحميدة، ولهذا عرف بعضهم التصوف بأنه العمل بالعلم، وعرفوه بأنه التخلي عن الأخلاق الذميمة والتحلي بالأخلاق الحميدة.

وكبار أهل التصوف يؤكدون على أنه لا يُقبل من صوفي حال ولا مقال ما لم يوافق الكتاب والسنة، وقد شذ قوم منهم عن هذه القواعد وابتدعوا ما لم يأذن به الله، وهذا عيب على المبتدعين لا على الصادقين من أهل التصوف؛ فإنه ما من جماعة إسلامية إلا وشذ فيها جماعة، ولا يجوز تحميل ذنب الطالح للصالح.

صوفی طریقے مختلف مشرب اور طریقے رکھتے ہیں، ان میں سے جو قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق ہوں وہ قبول کیے جاتے ہیں، اور جو ان کے مخالف ہوں وہ رد کیے جاتے ہیں۔

تصوف کی اصل یہ ہے کہ انسان کو اس طرح تربیت دی جائے کہ وہ شرعی احکام کو صحیح طریقے سے عمل میں لائے، اور اپنی ذات سے بری اخلاق کو نکال کر اچھی صفات پیدا کرے۔ اسی لیے بعض نے تصوف کو یہ کہا کہ: "علم پر عمل کرنا"، اور یہ بھی کہا کہ: "بری صفات کو چھوڑنا اور اچھی صفات کو اپنانا"۔

اور کبار اہل تصوف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی صوفی کا حال یا قول اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتا جب تک وہ قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو۔ کچھ لوگوں نے ان اصولوں سے انحراف کیا اور ایسے بدعات ایجاد کیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ یہ عیب ان بدعتیوں پر ہے نہ کہ سچے صوفیوں پر، کیونکہ کوئی اسلامی جماعت ایسی نہیں جس میں کچھ افراد گمراہ نہ ہو گئے ہوں، لیکن برے لوگوں کا گناہ اچھے لوگوں پر نہیں ڈالا جا سکتا۔

وفي هذا الزمن ظُلم تصوف الصوفية من طائفتين:

الأولى: قوم تسموا باسمهم وأساءوا إليهم بتصرفات غير شرعية.

والثانية: قوم نظروا إلى شواذ الصوفية فهاجموا الصالح والطالح

اس زمانے میں صوفیوں کے تصوف پر دو جماعتوں نے ظلم کیا ہے:

(1) وہ لوگ جنہوں نے صوفی نام رکھا اور ان کے ساتھ غیر شرعی حرکتوں سے بدسلوکی کی۔

(2) وہ لوگ جنہوں نے صوفیوں میں گمراہ لوگوں کو دیکھ کر سب پر حملہ کر دیا، چاہے وہ نیک ہوں یا بد،

CamScanner

مع أن الله تعالى يقول: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى [الأنعام: 164]ولا شك أن في الصوفية هذه الأيام جماعة مستقيمة ملتزمة بالمنهج الصحيح، فمن بحث عنهم فوجدهم فقد ظفر بخير عظيم، ومن لم يجدهم ففي تعاليم الشريعة الإسلامية الواضحة ما يغنيه.

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" بے شک آج کے صوفیوں میں ایک جماعت ہے جو سیدھے اور صحیح طریقے پر ہے۔ جو شخص ان کو تلاش کرے اور پالے تو اس نے بہت بڑی بھلائی پالی، اور جو نہ پاسکے تو شریعتِ اسلامیہ کی واضح تعلیمات اس کے لیے کافی ہیں۔

أما الشيخ فهو القيم، أو الأستاذ يرى منهجه معينًا هو الأكثر تناسبًا مع هذا المريض، أو تلك الحالة، أو هذا المريد أو الطالب، وكان من هديه صلى الله عليه وسلم أن يَنصحَ كُلّ إِنْسَانٍ بِمَا يُقَرِّبُهُ إِلَى اللهِ وَفْقًا لِتَرْكِيبَةِ نَفْسِ الشَّخْصِ الْمُخْتَلِفَةِ، فَيَأْتِيهِ رَجُلٌ فَيَقُولُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي عَنْ شَيْءٍ يُبْعِدُنِي عَنْ غَضَبِ اللهِ، فَيَقُولُ النَّبِي صلى الله عليه وسلم: ((لَاتَغْضَبْ)) ، ويأتيه آخر يقول أَخْبِرْنِي عَنْ شَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ فَيَقُولَ لَهُ النبي صلى الله عليه وسلم: ((لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ)) ،

شیخ (مرشد) وہ نگہبان یا استاد ہوتا ہے جو کسی خاص طریقے کو زیادہ موزوں سمجھتا ہے، کسی مریض، حالت، یا طالب کے لیے۔ نبی ﷺ کا بھی طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص کو اس کے نفس کے مطابق وہ نصیحت فرماتے جو اسے اللہ کے قریب کردے۔ مثلاً ایک آدمی آکر کہتا ہے: "اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جو مجھے اللہ کے غضب سے دور کردے"، تو نبی ﷺ فرمایا: "غصہ نہ کر" دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے: "مجھے کوئی بات بتائیں جسے میں پکڑ کر رکھوں"، تو آپ فرماتے: "تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے"

وكان من الصحابة رضي الله عنهم من يكْثِرُ من القيام بالليل، ومنهم من يكْثِرُ من قراءة القرآن، ومنهم من كان يكْثِرُ من الجهاد، ومنهم من كان يكْثِرُ الذكر، ومنهم من كان يكْثِرُ من الصدقة.وهذا لا يعني ترك شيء من العبادة، وانما هناك عبادة معينة يكْثِرُ منها السالك حتى تُوصله إلى الله عز وجل، وعلى أساسها تتعدد أبواب الجنة، ولكن في النهاية تتعدد المداخل والجنة واحدة، يقول النبي صلى الله عليه وسلم: ((لِكُلِّ أَهْلِ عَمَلٍ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَدْعُوْنَ بِذٰلِكَ الْعَمَلِ، وَلأَهْلِ الصِّيَامِ بَابٌ يَدْعُوْنَ مِنْهُ، يُقَالُ لَهُ: «الرَّيَّانُ»)) ، فكذلك الطرق تتعدد المداخل والأساليب، وفقاً للشيخ والمريد نفسه؛ فمنهم من يَهْتَمُّ بالصيام، ومنهم من يَهْتَمُّ بالقرآن أكثر ولا يُهْمِلُ الصيام، وهكذا.

صحابہ کرام میں کچھ ایسے تھے جو کثرت سے قیام اللیل کرتے، کچھ قرآن کی تلاوت زیادہ کرتے، کچھ جہاد میں زیادہ حصہ لیتے، کچھ ذکر میں، اور کچھ صدقہ میں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی عبادت کو ترک کیا جائے، بلکہ ایک خاص عبادت میں کثرت کی جاتی ہے تاکہ وہ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جائے۔ اور اسی بنیاد پر جنت کے دروازے مختلف ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر عمل والوں کے لیے جنت کا ایک دروازہ ہوگا، وہ اسی عمل کے ذریعے بلائے جائیں گے، روزے والوں کے لیے ایک دروازہ ہوگا جسے 'الریان' کہا جاتا ہے" اسی طرح طریقے مختلف راستے اور اسلوب رکھتے ہیں، مرشد اور مرید کے مطابق، کوئی روزے میں زیادہ محنت کرتا ہے، کوئی قرآن میں، بغیر کسی کو چھوڑے۔

CamScanner

وأخيراً نرد على من يقول: "لماذا لا نتعلم آداب السلوك وتطهير النفس من القرآن والسنة مباشرة؟"، فهذا كلام ظاهره حسن، وباطنه بعيد عن الحق؛ لأننا ما تَعَلَّمْنَا أركان الصلاة، وسننها، ومكروهاتها بقراءة القرآن والسنة، وإنما تَعَلَّمْنَا ذلك من علم يقال له "علم الفقه"، صنفه الفقهاء واستنبطوا كل تلك الأحكام من القرآن والسنة.وكذلك هناك أشياء لم نَجِدْ في القرآن والسنة، ولا بُدَّ من تعلمها على الشيخ ومشافَهَتِهِ، ولا يصلح فيها الاكتفاء بالكتاب كعلم التجويد،

كذلك علم التصوف علم وضعه علماءالتصوف من أيام سيدنا الجنيد رضي الله عنه من القرن الرابع إلى يومنا هذا.

آخر میں ان لوگوں کے جواب میں جو کہتے ہیں: "ہم قرآن وسنت سے ہی آداب اور نفس کی تربیت کیوں نہ سیکھ لیں؟"

تو یہ بات بظاہر اچھی لگتی ہے، لیکن حقیقت سے دور ہے۔ کیونکہ ہم نے نماز کے ارکان، سنن، اور مکروہات قرآن وحدیث پڑھ کر نہیں سیکھے، بلکہ ایسے علم سے سیکھا ہے جس کو "علم فقہ" کہاجاتا ہے جو فقہاء نے قرآن وسنت سے نکال کر مرتب کیا۔ اسی طرح کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، بلکہ انہیں شیخ سے سیکھنا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ علم تجوید۔

اسی طرح علم تصوف بھی ایک علم ہے جسے علماء تصوف نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے دور (چوتھی صدی) سے لے کر آج تک ترتیب دیا ہے۔

السؤال13: هل هناك كرامات تحدث لبعض الصالحين في حياتهم، وهل تستمر بعد انتقالهم من الحياة الدنيا إلى الحياة البرزخية؟

کیا نیک لوگوں کے لیے ان کی زندگی میں کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟ اور کیا ان کے دنیا سے جانے کے بعد برزخی زندگی میں بھی یہ جاری رہتی ہیں؟

الجواب: نعم يجب أن نعتقد أن كرامات الأولياء حق، أي جائزة وواقعة في حياتهم وبعد وفاتهم ولا ينكر ذلك إلا من عميت بصيرته وفسدت سريرته.

والدليل على وقوعها ثابت من القرآن والأحاديث؛ فالقرآن ما حكاه الله في كتابه العزيز كقصة مريم، قال الله تعالى: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [آل عمران: ٣٧]

جی ہاں، یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اولیاء کی کرامتیں حق ہیں، یعنی جائز بھی ہیں اور واقع بھی ہوتی ہیں، ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی، اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس کی بصیرت اندھی ہو گئی ہو اور اس کا باطن خراب ہو گیا ہو۔

اور ان کے ہونے کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت ہے؛ قرآن میں اللہ تعالی نے جو کچھ بیان فرمایا، جیسے حضرت مریم کا واقعہ، اللہ تعالی نے فرمایا: "جب بھی زکریا ان کے حجرے میں داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق پاتے، انہوں نے کہا: اے مریم یہ تمہیں کہاں سے ملا؟ مریم نے کہا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"

CamScanner

قال أهل التفسير كان يوجد عندها فاكهة الشتاء في الصيف وفاكهة الصيف في الشتاء، وكان يجيئها ذلك من طريق غير مألوف، وذلك هو الكرامة أكرمها الله تعالى بها، وقال تعالى في حقها أيضاً: وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا [مريم: ٢٥]

ومن ذلك قصة أهل الكهف فقد ذكرها الله تعالى في كتابه أنهم ناموا ثلاث مائة وتسعة أعوام دون أن يتناولوا فيها طعاما ولا شرابا وأنه تعالى تولى تقليبهم ذات اليمين وذات الشمال بدون أي سبب لئلا تتالم جنوبهم، وأنه تعالى جعل الشمس إذا طلعت وإذا غربت لا تُصيب المكان الذي هم فيه حفظاً لهم من حرارة الشمس أن تؤذيهم، ومما ذكر الله تعالى في القرآن أيضاً كرامة الخضر عليه السلام.

مفسرین نے کہا کہ ان کے پاس گرمی کے موسم میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل ہوتے تھے، اور یہ کسی معروف طریقے سے نہیں آتے تھے، بلکہ یہ کرامت تھی جو اللہ نے انہیں دی۔ اور اللہ تعالی نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا: اور جھنجھوڑ کھجور کے درخت کو اپنی طرف، تو وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا"

اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ ہے، اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ وہ تین سو نو (309) سال تک سوئے رہے، اس دوران نہ کھایا نہ پیا، اور اللہ تعالی نے ان کو دائیں اور بائیں پلٹتا کہ ان کے جسم کو زمین نہ کھائے، اور سورج جب نکلتا اور ڈوبتا تو ان کی جگہ کو نہ چھوتا تاکہ سورج کی گرمی ان کو تکلیف نہ دے۔ اور اللہ تعالی نے حضرت خضر کی کرامت بھی قرآن میں ذکر کی۔

ومن ذلك ما تواتر معناه من كرامات الصحابة والتابعين ومن بعدهم إلى وقتنا بما ملأ الآفاق وسارت به الرفاق. فقد روى البخاري في صحيحه أن سيدنا خبيباً رضي الله عنه كان يأكل الفاكهة في غير أوانها وهو أسير بمكة موثق بالحديد ولم يكن بمكة يومئذ ثمرة، وما هو إلا رزق رزقه الله إياه، ففي كرامة له. وروى البخاري أيضاً أن سيدنا عاصماً رضي الله عنه لما قتل أراد المشركون أن يأخذوا قطعة من جسده فبعث الله مثل الظلة من الدبر، فحمته من رسلهم، وهذه كرامة لعاصم رضي الله عنه بعد موته.

وعن أنس رضي الله عنه قال كان أُسِيدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عند رسول الله في ليلة ظَلْمَاءَ فَتَحَدثا عنده حتى إذا خرجا أَضَاءَتْ لهما عصا أَحَدِهِمَا فَمَشَيَا فِي ضَوْئِهَا فَلَمَّا تَفَرَّقَ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ لكل واحد منهما عصا فَمَشَى في ضوئها، أخرجه البخاري.

اسی طرح صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کی کرامتیں بھی متواتر طور پر پہنچی ہیں، جو ہر طرف پھیل گئیں اور قافلے ان کو بیان کرتے رہے، بخاری میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اسیر تھے مکہ میں، لوہے میں جکڑے ہوئے، مگر وہ ایسے وقت میں پھل کھا رہے تھے جب وہ موسم نہ تھا، حالانکہ مکہ میں اس وقت کوئی پھل نہیں تھا، تو یہ وہ رزق تھا جو اللہ نے انہیں دیا، یہ ان کی کرامت تھی۔ اور بخاری ہی میں ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے، تو مشرکوں نے ان کا گوشت کاٹنا چاہا، تو اللہ تعالی نے شہد کی مکھیوں کا ایک سایہ سا بھیجا، جس نے اللہ کے رسول کے قاصدوں سے ان کو بچایا، یہ حضرت عاصم کی وفات کے بعد کی کرامت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر ایک اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے رہے، جب وہ نکلے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی چمکنے لگی، تو دونوں اس کی روشنی میں چلے، پھر جب راستے میں جدا ہوئے تو ہر ایک کی لاٹھی چمکنے لگی، تو وہ اپنی روشنی میں چلتے رہے۔

CamScanner

فكرامات الأولياء كثيرة لا تدخل تحت الحصر، فمنهم من دخل النار فلم تؤثر فيه،ومنهم من وقع على يديه إحياء الموتى ومنهم أهل الخطوة ، ومنهم من يمشي في الهواء والماء، ومنهم من أطاعته الجن إلى غير ذلك.

تنبيه: خوارق العادات إن كانت على يد كافر أو فاسق فهي استدراج، وإن كانت على يد ولي فهي كرامة.

تو اولیاء کی کرامتیں بہت زیادہ ہیں اور شمار سے باہر ہیں: کچھ ایسے ہیں جو آگ میں داخل ہوئے تو آگ نے اثر نہ کیا، کچھ کے ہاتھوں مردے زندہ ہوئے، کچھ وہ ہیں جنہیں "اہل خُطوَہ" کہتے ہیں، کچھ ہوا اور پانی پر چلتے ہیں، کچھ کے تابع جنات ہو گئے، اور اسی طرح کی دوسری کرامتیں۔

تنبیہ: جو خلافِ عادت واقعات کافر یا فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو وہ "**استدراج**" ہیں، اور اگر ولی کے ہاتھ پر ہوں تو وہ "**کرامت**" کہلاتی ہیں۔

السؤال14: ما حكم قراءة القرآن للميت عند القبر؟ وهل يصل ثوابها إليه؟

میت کے لیے قبر پر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے؟

الجواب: ذهب جماهير العلماء من الحنفية والشافعية والحنابلة إلى استحباب قراءة القرآن للميت، لما روى أنس مرفوعاً قال: ((مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ فِيهَا (يس) خُفِّفَ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِهِمْ حَسَنَاتٌ)) ولما رواه الإمام أحمد وأبو داود وابن ماجه عن معقل بن يسار أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((اقْرَءُوا عَلَى مَوْتَاكُمْ سُورَةَ يس)).

قال العلماء: وهذا الحديث مطلق فيشمل القراءة حال الاحتضار وبعد الوفاة (1)، وأخرج الطبراني والبيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر مرفوعا: ((إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ)).

قال العلماء: إن جماعة من السلف أوصوا أن يقرأ عند قبورهم ومنهم ابن عمر رضي الله عنهما أوصى أن يقرأ عند قبره بفاتحة البقرة وخاتمتها ، وأن الأنصار كانت إذا مات الميت اختلفوا إلى قبره يقرؤون القرآن عنده ، انتهى.

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے جمہور (اکثر) علماء نے میت کے لیے قرآن پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے، اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور وہاں (سورۃ یٰسین) پڑھے تو اس دن ان (مردوں) پر (عذاب میں) تخفیف کی جاتی ہے، اور اسے ان کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں" اور اس لیے بھی کہ امام احمد، ابو داود اور ابن ماجہ نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں پر سورۃ یٰسین پڑھا کرو"۔ علماء نے کہا: یہ حدیث مطلق (عام) ہے، پس اس میں مرنے کے وقت اور موت کے بعد دونوں صورتیں شامل ہیں۔ اور طبرانی اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابن عمر سے مرفوع روایت نقل کی ہے: جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے نہ روکو، اور جلدی سے اسے قبر کی طرف لے جاؤ، اور اس کے سر کے قریب سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے، اور اس کے پاؤں کے قریب سورۃ البقرہ کا اختتام (خاتمہ) قبر میں پڑھا جائے"۔ علماء نے کہا: بے شمار سلف نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبروں پر قرآن پڑھا جائے، جن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں، جنہوں نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر سورۃ بقرہ کی ابتداء اور اختتام پڑھی جائے، اور یہ بھی کہ انصار جب کسی کا انتقال ہوتا تو وہ قبر پر بار بار جاتے اور وہاں قرآن پڑھتے تھے، ختم شد

CS CamScanner

وذكر العلماء أنه يجوز للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كانت أو قراءة أو غيرهما، ويدل لذلك ما أخرجه الدارقطني من حديث جاء فيه أن رجلاً قال ((يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ أَبَرُّهُمَا فِي حَالِ حَيَاتِهِمَا، فَكَيْفَ لِي بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِكَ، وَأَنْ تَصُومَ لَهُمَا مَعَ صِيَامِكَ)).

فمذهب من استحب قراءة القرآن وأجازها هو الأقوى؛ حتى إن بعض العلماء رأى أن هذه المسألة إجماع وصرحوا بذلك، وممن ذكر هذا الإجماع الإمام ابن قدامة المقدسي الحنبلي حيث قال: "وأي قربة فعلها، وجعل ثوابها للميت المسلم، نفعه ذلك، إن شاء الله..."

إلى أن قال: "قال بعضهم: إذا قرئ القرآن عند الميت، أو أهدي إليه ثوابه، كان الثواب لقارئه، ويكون الميت كأنه حاضرها، فترجى له الرحمة. ولنا، ما ذكرناه؛ وأنه إجماع المسلمين؛ فإنهم في كل عصر ومصر يجتمعون ويقرؤون القرآن، ويُهدون ثوابه إلى موتاهم من غير نكير" . ا.هـ

وقد نقل الإجماع أيضاً الشيخ العثماني الدمشقي الشافعي، وعبارته في ذلك: "وأجمعوا على الاستغفار، والدعاء، والصدقة، والحج، والعتق تنفع الميت ويصل إليه ثوابه، وقراءة القرآن عند القبر مستحبة. اهـ

اور علماء نے ذکر کیا ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دے، چاہے وہ نماز ہو، قرآن کی تلاوت ہو، یا کوئی اور عمل۔ اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے دار قطنی نے روایت کیا ہے، جس میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! میرے دو والدین تھے جن کے ساتھ میں ان کی زندگی میں نیکی کرتا تھا، تو ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی کیسے کروں؟"

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بر (نیکی) کے بعد بھی بر یہ ہے کہ تم ان کے لیے اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھو، اور ان کے لیے اپنے روزے کے ساتھ روزہ رکھو"۔

پس جن علماء نے میت کے لیے قرآن پڑھنے کو مستحب اور جائز قرار دیا، ان کا موقف زیادہ قوی ہے؛ حتی کہ بعض علماء نے اس مسئلے پر اجماع ہونے کا بھی اظہار کیا ہے اور اس کا اعلان کیا ہے، اور ان میں سے امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی ہیں، جنہوں نے کہا:

"اور جو کوئی بھی نیکی کا عمل کرے، اور اس کا ثواب کسی مسلمان میت کو ہدیہ کرے، تو وہ اسے فائدہ دے گا، ان شاء اللہ"...

پھر وہ کہتے ہیں: بعض علماء نے کہا: اگر قرآن میت کے پاس پڑھا جائے، یا اس کو اس کا ثواب ہدیہ کیا جائے، تو ثواب قاری کو ملے گا، اور میت ایسے ہو جائے گا جیسے وہ مجلس میں موجود ہو، تو اس کے لیے اللہ کی رحمت کی امید کی جاتی ہے۔" اور ہمارے پاس دلیل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی؛ اور یہ کہ یہ مسلمانوں کا اجماع ہے، کیونکہ وہ ہر زمانے اور ہر شہر میں جمع ہوتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں، اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ہدیہ کرتے ہیں بغیر کسی انکار کے۔ اور اس اجماع کو شیخ عثمانی دمشقی شافعی نے بھی نقل کیا ہے، اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

"اور سب کا اس پر اجماع ہے کہ استغفار، دعا، صدقہ، حج اور غلام آزاد کرنا میت کو فائدہ دیتے ہیں اور اس کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے۔"

CamScanner

ونص العلماء على وُصول ثواب القراءة للميت، وأخذوا ذلك من جواز الحج عنه ووصول ثوابه إليه؛ لأن الحج يشتمل على الصلاة، والصلاة تقرأ فيها الفاتحة وغيرها، وما وصل كله وصل بعضه، فثواب القراءة يصل للميت بإذن الله تعالى خصوصاً إذا دعا القارئ أن يهب الله تعالى مثل ثواب قراءته للميت.

اور علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اور اس کا استدلال اس سے لیا کہ اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے؛ کیونکہ حج میں نماز شامل ہے، اور نماز میں سورہ فاتحہ اور دیگر سورتیں پڑھی جاتی ہیں، تو جب پورے حج کا ثواب پہنچتا ہے تو اس کے کچھ حصے کا بھی پہنچنا یقینی ہے،

پس قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے پہنچتا ہے، خصوصاً جب قاری دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کا ثواب میت کو عطا فرمائے۔

خلاصة البحث:

لا مانع شرعاً من اجتماع الناس على قراءة القرآن وختمه وهبة ثواب هذا العمل الصالح أو غيره من الأعمال الصالحة إلى الميت؛ سواء كان ذلك حال وفاته أو بعدها، في منزله أو في المسجد، عند القبر أو غيره، وقد ورد في ذلك أحاديث كثيرة تشمل حال الاحتضار وبعده .وقد ألف في هذه المسألة جماعة من العلماء؛ منهم الإمام الخلال الحنبلي المتوفى 311هـ، والحافظ شمس الدين المقدسي الحنبلي، والسيد عبد الله الغماري، حتى إن بعض العلماء نقلوا الإجماع على مشروعيته من غير نكير .

بحث کا خلاصہ: شرعی طور پر کوئی ممانعت نہیں ہے کہ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں، اسے مکمل کریں، اور اس نیک عمل یا دیگر نیک اعمال کا ثواب میت کو ہدیہ کریں؛ خواہ یہ (عمل) اس کی وفات کے وقت ہو یا اس کے بعد، اس کے گھر میں ہو یا مسجد میں، قبر کے پاس ہو یا کسی اور جگہ۔ اور اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جو حالتِ نزع (یعنی موت کے وقت) اور اس کے بعد دونوں کو شامل کرتی ہیں۔ اور اس مسئلہ پر کئی علماء نے کتابیں تصنیف کی ہیں؛ ان میں سے

(1) امام خلال حنبلی (متوفی 311ھ)، (2) حافظ شمس الدین مقدسی حنبلی، (3) اور سید عبد اللہ غماری شامل ہیں۔

یہاں تک کہ بعض علماء نے بغیر کسی انکار کے اس عمل کے مشروع (جائز و درست) ہونے پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

السؤال 15 :يستدل كثير من المتشددين على عدم جواز أمور كثيرة يقوم بها المسلمون بحجة أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يفعلها هو وأصحابه رضي الله عنهم. فهل ترك النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه لأمر يدل على عدم جواز فعله؟

بہت سے سخت گیر لوگ بہت سے کاموں کے ناجائز ہونے پر اس بنیاد پر دلیل دیتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے وہ کام نہیں کیے۔ تو کیا نبی ﷺ اور صحابہ کا کسی کام کو نہ کرنا، اس کے ناجائز ہونے پر دلیل ہے؟

CS CamScanner

الجواب :قال رئيس المتكلمين العلامة مولانا نقي علي خان (ت: 1297هـ) في "إذاقة الآثام لمانعى عمل المولد والقيام" :

"التركُ المجردُ وعدمُ الوقوع ليس دليلاً على الكراهةِ لأنّ الترك ربما يكون من جهة أخرى."

کلام کے امام علامہ مولانا نقی علی خان (متوفی 1297ھ) نے "إذاقة الآثام لمانعى عمل المولد والقيام" میں فرمایا:

"محض ترک کرنا اور نہ ہونا، کراہت پر دلیل نہیں، کیونکہ ترک کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔"

وقال الإمام أحمد رضا خان عليه رحمة الرحمن في حاشيته

" :بل الترك مالم يكن بمعنى الكف والاحتراز القصدي والاجتناب العمدي لا يكون من أفعال المكلفين أصلا ولا يكون تحت القدرة البشرية فكيف يتصور فيه الاتباع ؟."

قال الإمام السرخسي في أصوله: "الفعل قسمان: أخذ، وترك. ثم أحد قسمي أفعاله وهو الترك لا يوجب الاتباع علينا إلا بدليل فكذلك القسم الآخر."

قال الإمام ابن قدامة في "المغني": "تركُ النبي صلى الله عليه وسلم لا يدل على الكراهة فإن النبي صلى الله عليه وسلم قد يَتْرُكُ المباح كما يفعله"

قال الإمام ابن دقيق العيد في "الإحكام": "ليس الترك بدليلاً على الامتناع."

"فثبت أن ترك النبي صلى الله عليه وسلم لأمر ما لا يدل على عدم جواز فعله ما لم يقترن بنهي، وهذا ما عبّر عنه العلماء بقولهم: «الترك ليس بحجّة».

اور امام احمد رضا خان علیہ رحمت الرحمن نے اپنے حاشیہ میں فرمایا: بلکہ ترک جب تک وہ قصداً بچنے یا ارادۃً اجتناب کے معنی میں نہ ہو، وہ اصلاً مکلف کے افعال میں سے نہیں ہوتا، اور نہ ہی انسانی قدرت کے تحت ہوتا ہے، تو اس میں اتباع کا تصور کیسے ہو سکتا ہے؟"

امام سرخسی نے اپنی اصول کی کتاب میں فرمایا: فعل دو قسم کا ہے: اختیار کرنا اور ترک کرنا۔ اور ان میں سے ایک قسم یعنی ترک اس وقت تک اتباع کا موجب نہیں جب تک اس پر کوئی دلیل نہ ہو، تو اسی طرح دوسری قسم (یعنی فعل) بھی۔"

امام ابن قدامہ نے "المغنی" میں فرمایا: نبی ﷺ کا کسی چیز کو چھوڑ دینا، کراہت پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ نبی ﷺ کبھی کبھی مباح چیز کو بھی ترک کرتے تھے۔"

امام ابن دقیق العید نے "الإحکام" میں فرمایا: ترک کسی چیز کے ممنوع ہونے پر دلیل نہیں بنتا۔"

پس ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کا کسی کام کو ترک کرنا اس کے ناجائز ہونے پر دلیل نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی ممانعت نہ ہو، اور یہی وہ بات ہے جس کو علماء نے "ترک کرنا حجت نہیں ہے" کے جملے سے تعبیر کیا ہے۔

CamScanner

وهذا هو الفهم الصحيح الذي فهمه الصحابة الكرام -رضوان الله عليهم أجمعين- عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو المستقر عند علماء المسلمين سلفاً وخلفاً.

ففعل النبي صلى الله عليه وسلم لبعض أفراد العموم الشمولي أو البدلي ليس مُخصِّصًا للعموم ولا مقيِّداً للإطلاق، ما دام أنه صلى الله عليه وسلم لم ينهَ عما عداه.

وهذا الفهم الصحيح المستنير هو الذي حمل سيدنا أبا سعيد الخدري رضي الله عنه على الرقية بفاتحة الكتاب دون أن يبتدئه النبي صلى الله عليه وسلم بالإذن، أو يعهد إليه بشيء في خصوص الرقية بها وقراءتها على المرضى، فلما أخبر النبي صلى الله عليه وسلم بما فعل لم ينكر عليه ولم يجعل ما فعله من قبيل البدعة، بل استحسنه وصوبه وقال له: ((وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟)) متفق عليه، و في "صحيح البخاري": "أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال لهم: ((قَدْ أَصَبْتُمْ)).

وقد ثبت أن النبي صلى الله عليه وسلم ترك الخطابة على المنبر، وخطب على الجذع، ولم يفهم الصحابة أن الخطابة على المنبر بدعة ولا حرام، فقاموا بصنع منبر له صلى الله عليه وسلم ، وما كان لهم أن يُقدِموا على فعل حرمه النبي صلى الله عليه وسلم، فعلم أنهم كانوا لا يَرَوْنَ الترك بدعة.

اور یہی وہ صحیح فہم ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے سمجھا، اور یہی مسلمانوں کے علماء کے ہاں سابقین و لاحقین میں مستقر ہے۔

اور نبی ﷺ کا کسی عمومی یا بدلی عموم کے بعض افراد کو کرنا، دوسرے افراد کو خاص یا مقید نہیں بناتا جب تک وہ دوسرے کو منع نہ کریں۔ اور یہی روشن فہم ہے جس کی بنیاد پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ سے دم کیا، حالانکہ نبی ﷺ نے نہ انہیں اس بارے میں اجازت دی تھی اور نہ ہی کوئی خاص ہدایت۔ اور جب انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے انکار نہ فرمایا، نہ ہی اس کو بدعت قرار دیا، بلکہ اس کو اچھا جانا اور درست قرار دیا اور فرمایا: تجھے کیسے پتا چلا کہ یہ دم ہے؟" اور صحیح بخاری میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔" اور یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ دینا ترک فرمایا اور کھجور کے تنے پر خطبہ دیا، اور صحابہ نے اسے بدعت یا حرام نہیں سمجھا، بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنایا، اور اگر وہ اسے حرام سمجھتے تو ایسا نہ کرتے، پس معلوم ہوا کہ وہ محض ترک کو بدعت نہیں سمجھتے تھے۔

وفي حديث رواه رفاعة بن رافع الزرقي، قال: "كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)). قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟)). قَالَ: أَنَا، قَالَ: ((رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ))

"فانظر قد ترك النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة بعد رفع الرأس من الركوع: ((ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً...)) إلى آخر الحديث، ولم يفهم الصحابي أن مُجَرّدَ تركه للدعاء في الصلاة يُوجِبُ الحظر، وإلا كيف يُقدمُ على شيء وهو يعتقد حرمته، ولم يعاتبه النبي صلى الله عليه وسلم على المسلك فلم يقل له مثلاً: "أحسنت ولا تعد" أو نهاه عن إنشاء أدعية أخرى في الصلاة، وكما نعلم فإن تأخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز.

CS CamScanner

اور ایک حدیث میں حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی روایت کرتے ہیں:

"ہم ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا" : سمع الله لمن حمده" تو ایک آدمی نے پیچھے سے کہا: "ربنا ولك الحمد، حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا" : یہ کس نے کہا؟" اس نے کہا" : میں نے" آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کئی (۳۳ سے زیادہ) فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس (کلام) کو سبقت لے جانے کے لیے دوڑ رہے تھے کہ کون سب سے پہلے لکھے" پس دیکھو!

نبی ﷺ نے نماز میں رکوع سے اٹھنے کے بعد" ربنا ولك الحمد..." نہیں کہا تھا، لیکن اس صحابی نے کہا اور نبی ﷺ نے اسے نہ منع کیا اور نہ اسے بدعت قرار دیا، بلکہ اس پر انعام کی بشارت دی، اگر یہ ناجائز ہوتا تو نبی ﷺ ضرور روکتے، کیونکہ وقتِ حاجت پر بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں۔

ولم يفهم سيدنا بلال رضي الله عنه من ترك النبي صلى الله عليه وسلم لصلاة ركعتين بعد الوضوء عدم جواز ذلك، بل قام بذلك، ولم يخبر النبي صلى الله عليه وسلم، وإنما لما سأله النبي صلى الله عليه وسلم قائلاً: ((يَا بِلَالُ، حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي: أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ)).

فنحن نعلم أن الصلاة بعد الوضوء صارت سُنّة بعد إقرار النبي صلى الله عليه وسلم لها، ولكن نستدل بفهم الصحابة بجواز إنشاء أدعية وصلوات في أوقات تَرَكَهَا النبي صلى الله عليه وسلم، ونستدل كذلك بعدم إنكار النبي صلى الله عليه وسلم على هذا المسلك والأسلوب، وعدم نهيهم عنه في المستقبل. فمما سبق نعلم أن مُطْلَق الترك من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة، وحتى القرون الثلاثة الخيرة، لا يُفيدُ شيئاً، لا تحريماً ولا كراهة ولا غيرهما، وهذا ما فَهِمَه أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في حياته، ولم يُنكر عليهم النبي صلى الله عليه وسلم فهمهم، وفَهِمَه العلماء من بعدهم، والله سبحانه وتعالى أعلم.

اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، حالانکہ نبی ﷺ نے یہ عمل نہیں کیا، اور حضرت بلال نے آپ کو اس کی خبر نہیں دی۔ بلکہ جب نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:

"اے بلال! مجھے اپنا وہ سب سے امید والا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے"
انہوں نے کہا: "میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو مجھے زیادہ امید والا لگے، سوائے اس کے کہ جب بھی دن یا رات میں وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے جتنی نماز میرے لیے لکھی جاتی ہے، میں وہ پڑھتا ہوں" تو ہم جانتے ہیں کہ وضو کے بعد نماز نبی ﷺ کے اس عمل کے بعد سنت ہو گئی، لیکن ہم اس سے صحابہ کے فہم پر دلیل لیتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ترک کرنے والے وقتوں میں بھی وہ دعائیں یا عبادات کر لیتے تھے، اور نبی ﷺ نے ان کے اس انداز پر نکیر نہیں فرمائی، اور نہ آئندہ کے لیے ان کو منع کیا۔ پس جو کچھ گزر چکا ہے، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام بلکہ تین بہترین صدیوں کے محض ترک سے نہ تو حرمت ثابت ہوتی ہے، نہ کراہت، اور نہ کوئی اور حکم۔ اور یہی وہ بات ہے جو نبی ﷺ کے صحابہ نے آپ کی زندگی میں سمجھی، اور نبی ﷺ نے ان کے اس فہم کی تردید نہیں کی، اور علماء نے بعد میں بھی اسی کو سمجھا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالی بہتر جانتا ہے۔

CamScanner

السؤال16 :ماهوالذي يجب على كل مسلم في مشاجرات الصحابة وفي شأن سيدنا معاوية رضي الله عنه؟

صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات(تنازعات) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ہر مسلمان پر کیا واجب ہے؟

الجواب : قال الإمام أحمد رضا خان عليه رحمة الرحمن: "نحن أهل السنة والجماعة نرى سيدنا عليا رضي الله عنه على الحق في هذه المشاجرات وتعتقده الأفضل والأعلى درجات ممن نازعه ولكن لا نُسيء الظن بمن نازعه ونكف ألسنتنا في حقهم وننزلهم على المراتب التي ثبتت لهم في الشرع ولا نُفضل البعض على البعض بسبب هوى النفس ولا نتدخل فيما شجر بينهم فإنه حرام عندنا، ونرى اختلافهم كاختلاف أبي حنيفة والشافعي رحمهما الله. ولا نجوز الطعن على أحد من الصحابة رضي الله عنهم."

ثم إنما ننبه على أمر مهم، وهو أن خلاف معاوية لعلي - رضي الله عنهما - لم يكن منازعة له في الخلافة، ولا إنكاراً لفضله ومكانته، واستحقاقية إياها! وإنما حصل الخلاف في تقديم الاقتصاص من قتلة عثمان رضي الله عنه، أو تأخيره.

قال ابن حجر الهيتمي في "الصواعق المحرقة": "ومن اعتقاد أهل السنة والجماعة أن ما جرى بين معاوية وعلي رضي الله عنهما من الحروب فلم يكن لمنازعة معاوية لعلي في الخلافة للاجماع على حقيتها لعلي كما مر فلم تهج الفتنة بسببها وإنما هاجت بسبب أن معاوية ومن معه طلبوا من علي تسليم قتلة عثمان إليهم ليكون معاوية ابن عمه فامتنع علي ظناً منه أن تسليمهم إليهم على الفور مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بعسكر علي يؤدي إلى اضطراب وتزلزل في أمر الخلافة التي بها انتظام كلمة أهل الإسلام سيما وهي في ابتدائها لم يستحكم الأمر فيها فرأى علي رضي الله عنه أن تأخير تسليمهم أصوب إلى أن يرسخ قدمه في الخلافة ويتحقق التمكن من الأمور فيها على وجهها ويتم له انتظام شملها واتفاق كلمة المسلمين ثم بعد ذلك يلتقطهم واحداً فواحداً ويُسلّمهم إليهم". اهـ.

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فرمایا:

"ہم اہل سنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان مشاجرات میں حق پر مانتے ہیں، اور ان کو ان لوگوں سے افضل اور بلند درجے والا سمجھتے ہیں جنہوں نے ان سے اختلاف کیا۔ لیکن ہم ان کے مخالفین کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتے، اور ان کے بارے میں اپنی زبان روکتے ہیں، اور ان کو وہ درجے دیتے ہیں جو شریعت میں ان کے لیے ثابت ہیں، اور ہم خواہش نفس کی بنیاد پر بعض کو بعض پر فضیلت نہیں دیتے، اور نہ ان کے باہمی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے نزدیک حرام ہے، اور ہم ان کے اختلاف کو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے اختلاف کی طرح سمجھتے ہیں، اور کسی بھی صحابی پر طعن جائز نہیں سمجھتے۔"

پھر ہم ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف خلافت کے بارے میں نہ تھا، اور نہ ہی ان کے فضل و مقام کا انکار تھا، اور نہ ہی ان کے اس کے مستحق ہونے کا۔ بلکہ اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کو جلدی کرنے یا موخر کرنے کے بارے میں تھا۔

CamScanner

ابن حجر ہیتمی نے "الصواعق المحرقة" میں فرمایا:

" اہلِ سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس لیے نہ تھیں کہ حضرت معاویہ حضرت علی کی خلافت سے اختلاف کر رہے تھے، کیونکہ حضرت علی کی خلافت پر اجماع ہو چکا تھا، بلکہ فتنہ اس لیے شروع ہوا کہ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی حضرت عثمان کے قاتلوں کو فوری سزا دلوانا چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کے چچازاد بھائی تھے، اور حضرت علی اس میں تاخیر کو بہتر سمجھتے تھے، کیونکہ اس وقت خلافت کا نظام ابھی مضبوط نہ ہوا تھا، اور ان قاتلوں کے پیچھے بہت سے قبائل اور فوجی تھے، تو حضرت علی نے مناسب سمجھا کہ جب خلافت مستحکم ہو جائے تب ایک ایک کر کے ان قاتلوں کو پکڑا جائے۔"

وقال ابن حجر العسقلاني: «ذكر يحيى بن سليمان الجعفي أحد شيوخ البخاري في كتاب "صفين" في تأليفه بسند جيد عن أبي مُسلم الخولاني أنه قال لمعاوية: أنت تنازع علياً في الخلافة أو أنتَ مثله؟ قال لا وإني لأعلم أنه أفضل مني وأحق بالإمرة ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوماً وأنا ابن عمه ووليّه أطلب بدمه؟ فاتو عليا فقولو له: يدفع لنا قتلة عثمان، فأتوه فكلّموه فقال: «يَدْخُلُ فِي الْبَيْعَةِ وَيُحَاكِمُهُمْ إِلَيَّ»، فامتنع معاوية، فسار علي الجيوش من العراق حتى نزل بصفين وسار معاوية حتى نزل هناك». اهـ.

فما وقع في عهد الصحابة من القتال كان باجتهاد منهم، والواجب علينا أن نَكُفّ عما شَجر بينهم ، وأن نعقد قلوبنا على محبتهم، ونُطلِق ألسنتنا بالثناء عليهم وعدم تنقص أحد منهم، مع معرفة الفضل للفاضل، مع القطع بأنهم كانوا غير معصومين، ولكن ما يقع منهم من الخطأ هو باجتهاد مغفور إن شاء الله، قال ابن أبي زيد القيرواني رحمه الله في الرسالة في كلامه على العقيدة: «وأنه لا يذكر أحدٌ من صحابة الرسول صلى الله عليه وسلم إلا بأحسن ذكر والإمساك عما شَجر بينهم، وأنهم أحق الناس أن يُلتمس لهم أحسن المخارج ويُظنمبهم أحسن المذاهب. اهـ.

ابن حجر عسقلانی نے فرمایا" : يحيى بن سليمان الجعفي، جو امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے، انہوں نے اپنی کتاب صفین میں صحیح سند سے روایت کیا کہ ابو مسلم الخولانی نے حضرت معاویہ سے کہا: کیا آپ حضرت علی سے خلافت میں جھگڑ رہے ہیں؟ یا کیا آپ ان جیسے ہیں؟ حضرت معاویہ نے جواب دیا: نہیں، میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے بہتر اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عثمان مظلوم مارے گئے؟ اور میں ان کا ولی ہوں اور ان کے خون کا بدلہ مانگ رہا ہوں۔ تم حضرت علی کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمیں قاتلوں کو سونپ دے۔ تو جب ان کے پاس یہ بات پہنچی، حضرت علی نے فرمایا: وہ میری بیعت کرے، پھر ان کو میرے حوالے کرے، تو حضرت معاویہ نے انکار کر دیا، اور دونوں لشکر صفین پہنچے۔"

پس جو کچھ صحابہ کرام کے درمیان ہوا وہ ان کے اجتہاد کی بنا پر تھا، اور ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم اس بارے میں اپنی زبانیں روکیں، دل میں ان کی محبت رکھیں، زبان سے ان کی تعریف کریں، کسی پر تنقید نہ کریں، اور افضل کو افضل مانیں۔ اگرچہ وہ معصوم نہ تھے، لیکن جو ان سے خطا ہوئی وہ اجتہاد کی بنا پر تھی، اور مجتہد کو اگر خطا بھی ہو تو وہ معذور ہوتا ہے۔ ابن ابی زید القیروانی نے "الرسالة "میں فرمایا" : اور کسی بھی صحابی کا ذکر نہ کیا جائے مگر بھلے انداز میں، اور ان کے باہمی جھگڑوں سے زبان روکی جائے، اور ان کے لیے اچھے گمان رکھے جائیں، اور ان کے بارے میں اچھے طریقے اختیار کیے جائیں۔"

CamScanner

"وقال الإمام النووي رحمه الله تعالى: «اعلم أن الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخلة في هذا الوعيد يعني قول النبي صلى الله عليه وسلم: ((إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار))، ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم، والإمساك عما شجر بينهم، وتأويل قتالهم، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية، ولا محض الدنيا، بل اعتقد كل فريق أنه المحق ، ومخالفه باغٍ، فوجب عليه قتاله ليرجع إلى الله، وكان بعضهم مصيباً وبعضهم مخطئاً معذوراً في الخطأ، لأنه اجتهاد، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه». انتهى.

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: جان لو کہ صحابہ کے درمیان جو خونریزی ہوئی وہ نبی ﷺ کے فرمان (جب دو مسلمان تلواروں سے ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں) کے وعید میں شامل نہیں، اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان سب کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے، ان کے باہمی جھگڑوں سے زبان روکی جائے، اور ان کی جنگوں کی تاویل کی جائے، اور ان کے اجتہاد کو معذور مانا جائے۔"

وقال الإمام القرطبي رحمه الله تعالى: «لا يجوز أن يُنسب إلى أحد من الصحابة خطأ مقطوع به، إذ كانوا كُلُّهم اجتهدوا فيما فعلوه وأرادوا الله عز وجل، وهم كُلُّهم لنا أئمة، وقد تَعبدنا بِالْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَأَلَّا نَذْكُرَهُمْ إِلَّا بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ لِحُرْمَةِ الصُّحْبَةِ وَلِنَهْيِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَنْ سَبِّهِمْ، وَأَنَّ اللَّهَ غَفَرَ لَهُمْ، وَأَخْبَرَ بِالرِّضَا عَنْهُمْ. انتهى.

وروى البيهقي في سننه: «عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَقَالَ هشيمٌ: لَمَّا سَلَّمَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَمْرَ إِلَى مُعَاوِيَةَ، قَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بالنخيلةِ: قُمْ فَتَكَلَّمْ، فَحَمِدَ اللهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اكيس الْكَيِّسِ التقي، وَإِنَّ أَعْجَزَ الْعَجَزِ الْفُجُورُ، أَلَا وَإِنَّ هَذَا الْأَمْرَ الَّذِي اخْتَلَفْتُ فِيهِ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ حَقٌّ لِأَمْرِئٍ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنِّي، أَوْ حَقٌّ لِي تَرَكْتُهُ لِمُعَاوِيَةَ إِرَادَةَ إِصْلَاحِ الْمُسْلِمِينَ وَحَقْنِ دِمَائِهِمْ، «وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ ﴿الْأَنبِيَاءِ: 111﴾ ثُمَّ اسْتَغفر وَنَزَلَ وَلَقَدْ تَحَقَّقَتِ النُّبُوَّةُ المحمديه الَّتِي رَوَاهَا الْبُخَارِيُّ: ((إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ))

فَمُعَاوِيَةُ الَّذِي صَالَحَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضي الله عنهما لَا نجَادِلُهُ وَلَا يَزِيدُ الَّذِي حَارَبَهُ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رضي الله عنهما لَا نُصَالِحُهُ أَبَدًا.

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا" : یہ جائز نہیں کہ کسی صحابی کی خطا کو قطعی کہا جائے، کیونکہ وہ سب اجتہاد پر تھے، اور سب نے اللہ کی رضا چاہی، اور ہم ان کے بارے میں اچھا ذکر کریں، اور ان پر طعن نہ کریں، کیونکہ نبی ﷺ نے ان پر سب و شتم سے منع کیا، اور اللہ نے ان کی مغفرت کی، اور ان سے راضی ہوا۔" بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت معاویہ کے ساتھ صلح کی، تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ تم بات کرو، تو انہوں نے خطبہ دیا اور فرمایا: بے شک معاملہ وہ تھا جس میں میرے اور معاویہ کے درمیان اختلاف ہوا، وہ کسی اس شخص کا حق تھا جو مجھ سے زیادہ اس کا مستحق تھا، یا میرا حق تھا جسے میں نے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے خون کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔" اور بلاشبہ نبی ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی جو بخاری میں ہے" : میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے۔"

پس جس معاویہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کی، ہم ان سے جھگڑا نہیں کرتے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جس یزید سے جنگ کی، ہم اس سے کبھی صلح نہیں کرتے۔

CS CamScanner

السؤال17: هَلْ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِإِطْلاعِ اللهِ إِيَّاهُ وَمَا هِيَ دَلَائِلُهُ؟

کیا ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے بتانے سے غیب جانتے ہیں؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب: وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ مَنْ يَمْلِكُ شَيْئًا فِي الْعَالَمِ وَلَوْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فَهُوَ بِتمليكِ اللهِ وَإِعْطَائِهِ إِيَّاهُ سَوَاءٌ كَانَ عِلْمًا أَوْ مَالًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ وَهُوَ عَقِيدَةٌ إِسْلَامِيَّةٌ لَا خِلَافَ فِيهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ. فَمِلْكِيَّتُهُ مَجَازِيَّةٌ فِي حَقِّهِ وَالْمِلْكُ الْحَقِيقِيُّ لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَالْمِلْكُ مَجَازِيًّا كَانَ أَوْ حَقِيقِيًّا ثَابِتٌ بِالْقُرْآنِ فَالْحَقِيقِيُّ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ [الْفَاتِحَة: 4] وَالْمَجَازِيُّ كَمَا أَقَرَّ بِهِ مُوسَى لِنَفْسِهِ فِي الْقُرْآنِ: ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي﴾ [الْمَائِدَة: 25] وَكِلَاهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ﴾ [آلِ عِمْرَانَ: 26] وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ﴾ [الْبَقَرَة: 247]"

"فَنَحْنُ كَمَا نُؤْمِنُ بِالْمُلْكِ الْحَقِيقِيِّ لِلَّهِ الْوَاحِدِ نُؤْمِنُ بِالْمُلْكِ الْمَجَازِيِّ لِمَنْ أَعْطَاهُ الْقَدِيرُ وَلَسْنَا ممنْ يُؤْمِنُ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَيَكْفُرُ بِبَعْضِهِ، فَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ. قَالَ الإِمَامُ أَحْمَدُ رِضَا خَانَ عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمَنِ: «ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ مَلَاكَ الْأَمْرِ وَمَنَاطَ النَّجَاةِ الإِيمَانُ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَمَا ضَلَّ أَكْثَرُ مَنْ ضَلَّ إِلَّا أَنَّهُمْ يُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَيَكْفُرُوببَعْض

جان لو کہ دنیا میں جو کوئی بھی کسی چیز کا مالک ہے، خواہ وہ ایک ذرّے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، وہ اللہ کی عطا اور اس کے مالک بنانے ہی سے ہے، چاہے وہ علم ہو، مال ہو یا کچھ اور۔ اور یہ ایک اسلامی عقیدہ ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ بندے کی ملکیت مجازی ہے، جب کہ حقیقی ملکیت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہے۔

اور ملکیت خواہ مجازی ہو یا حقیقی، دونوں قرآن سے ثابت ہیں۔ چنانچہ حقیقی ملکیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "روزِ جزا کا مالک ہے"، اور مجازی ملکیت جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قرآن میں اپنے لیے تسلیم کیا: "اے رب! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔" اور دونوں کی ایک ساتھ قرآن میں یہ تصریح آئی ہے: "کہو! اے اللہ! تو ہی بادشاہی کا مالک ہے، جسے چاہے حکومت دے، اور جس سے چاہے حکومت چھین لے۔" اور فرمایا: "اور اللہ جسے چاہے اپنی حکومت عطا کرتا ہے۔"

تو جیسے ہم اللہ وحدہ کی حقیقی ملکیت پر ایمان رکھتے ہیں، ویسے ہی اس مجازی ملکیت پر بھی ایمان رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا۔ ہم ان میں سے نہیں جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، بلکہ مومن پورے قرآن پر ایمان لاتا ہے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " جان لو کہ دین کی بنیاد اور نجات کا دارومدار پوری کتاب پر ایمان لانے میں ہے، اور اکثر لوگ جو گمراہ ہوئے وہ اسی وجہ سے ہوئے کہ وہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

CS CamScanner

كالْقَدْرِيَّةِ آمَنُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ [النَّحْلِ: 118]
وَكَفَرُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [الصَّافَاتِ: ٩٦]
وَالْجَبْرِيَّةُ آمَنُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [التَّكْوِيرِ: ٢٩]
وَكَفَرُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ ذَٰلِكَ جَزَيْنَٰهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴾ [الْأَنْعَامِ: ١٤٦]
وَالْخَوَارِجُ آمَنُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ إِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ - يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ - ﴾ [الْانْفِطَارِ: ١٤-١٥]
وَكَفَرُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ [النِّسَاءِ: ١١٦، ٤٨]
وَمُرْجِئَةُ الضَّلَالِ آمَنُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾
"وَكَفَرُوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ﴾ [النِّسَاءِ: 123]
وَأَمْثَالُ ذَٰلِكَ كَثِيرَةٌ، وَفِي كُتُبِ الْكَلَامِ شَهِيرَة.

قدریہ اس آیت پر ایمان لائے: ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اور انکار کیا: اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

جبریہ اس پر ایمان لائے: "تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے۔" اور انکار کیا: "یہ بدلہ تھا ان کی زیادتی کا، اور ہم سچے ہیں۔"

خوارج اس پر ایمان لائے: "یقیناً گناہ گار جہنم میں ہوں گے۔" اور انکار کیا: "اللہ شرک کو نہیں بخشتا، اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔"

مرجئہ اس پر ایمان لائے: "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ اور انکار کیا: "جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

ایسی بہت سی مثالیں کتبِ کلام میں مشہور و معروف ہیں۔

وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الذى نَصّ أَنَّهُ: ﴿ لَا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ [النَّمْلِ: 65]
نَصَ أَيْضًا أَنَّهُ لَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ. وَقَالَ: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ﴾ [آلِ عِمْرَانَ: 179] وَقَالَ: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴾ [التَّكْوِيرِ: ٢٤] وَقَالَ: ﴿وَعَلَّمَک مَا لَمْ تَكُن تَعلمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ [النِّسَاءِ: 113] وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴾ [آلِ عِمْرَانَ: ٤٤] وَقَالَ تَعَالَى: ﴿ تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ﴾ [هُودِ: ٤٩] إِلَى غَيْرِ ذَٰلِكَ مِنَ الْآيَاتِ.

قرآنِ عظیم نے جہاں یہ بتایا کہ: آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے "وہیں یہ بھی فرمایا" : وہ کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا، سوائے جس رسول کو پسند کرے۔" اور فرمایا" : اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا نہیں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔" اور فرمایا" : اور وہ غیب پر بخیل نہیں ہے۔" اور فرمایا" : اللہ نے تمہیں وہ علم دیا جو تم نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے۔"
اور فرمایا: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہیں وحی کرتے ہیں، اور تم ان کے ساتھ نہ تھے جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا، اور تم ان کے ساتھ نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔" اور فرمایا" : یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کرتے ہیں۔" "اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔"

CamScanner

فَهَذَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ نفى نَفيًا لا مَرَدَّ لهُ وَأَثْبَتَ إِثْبَاتًا لا رَيْبَ فِيهِ، فَالْكُلُّ حَقٌّ وَالْكُلُّ إِيمَانٌ، وَمَن أنكرَ شَيْئًا مِّنْهُمَا فَقَدْ كفرَ بِالْقُرْآنِ، فَمَن نَفَى مُطْلقًا ولم يثبت بوجه فَقَدْ كفرَ بِآيَاتِ الْإِثْبَاتِ، وَمَنْ أَثْبَتَ مُطْلقًا وَلَمْ يَنفِ بِوَجْهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْآيَاتِ النَّافِيَاتِ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِالْكُلِّ، وَلَا تَتَفَرَّقُ بِهِ السُّبُلُ، وَهُمَا لَا يُمْكِنُ لَهُمَا مُوردٌ وَاحِدٌ فَوَجَبَ الْفَحْصُ عَنِ الْمَوَارِدِ.

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک طرف قطعی انداز میں نفی فرمائی، اور دوسری طرف قطعی انداز میں اثبات بھی فرمایا۔ دونوں سچے ہیں، دونوں ایمان ہیں۔ جو کسی ایک کا انکار کرے، اس نے قرآن کا انکار کیا۔ جو صرف نفی کرے اور اثبات کا قائل نہ ہو، اس نے آیاتِ اثبات کا انکار کیا۔ اور جو صرف اثبات کرے اور نفی کا انکار کرے، اس نے آیاتِ نفی کا انکار کیا۔ اور مؤمن ان دونوں پر ایمان رکھتا ہے، اور ان کے درمیان کوئی تفرقہ نہیں کرتا۔ یہ دونوں مختلف مواضع پر وارد ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان کے مواقع و موارد کو پہچانا جائے۔

وَقَالَ بَعْدَ عِدَّةِ صَفَحَاتِ بَعْدَ مَا حَقَّقَ وَفَحَصَ عَنِ الْمَوَارِدِ:"

"فَثَبَتَ أَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي يَسْتَأْهِلُ الاخْتِصَاصَ بِهِ تَعَالَى لَيْسَ إِلَّا الْعِلْمَ الذَّاتِيَّ وَالْعِلْمَ الْمُطْلَقَ التَّفْصِيلِيَّ الْمُحِيطَ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ الْإِلَهِيةِ بِالاسْتِغْرَاقِ الْحَقِيقِيِّ، فَهُمَا الْمُرَادَانِ فِي آيَاتِ النَّفْيِ، وَأَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي يَصِحُّ إِثْبَاتُهُ لِلْعِبَادِ هُوَ الْعِلْمُ الْعَطَائِيُّ سَوَاءٌ كَانَ الْعِلْمُ الْمُطْلَقَ الْإِجْمَالِيَّ أَوِ الْمُطْلَقَ الْعِلْمَ التَّفْصِيلِيَّ وَالتمدح انما يَقعُ بِهَذَا، وَقَدْ مَدَحَ اللهُ بِهِ عِبَادَهُ:

فَقَالَ﴿وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴾﴿وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ ﴾﴿ وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ ﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ﴾

إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ آيَاتٍ كَثِيرَةٍ فَهُوَ الْمُرَادُ فِي آيَاتِ الْإِثْبَاتِ، فَهَذَا هُوَ الْمَحْمَلُ الْحَقُّ الَّذِي لَا مَحِيدَ عَنْهُ وَلَا إِمْكَانَ لِغَيْرِهِ.

خلاصَةُ هَذَا الْبَحْثِ أَنَّ اللهَ أَطْلَعَ نَبِيَّنَا عَلَى الْغَيْبِ مَا شَاءَ وَمَتَى شَاءَ وَبِقَدْرِ مَا شَاءَ. فَنَبِيُّنَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ مَا شَاءَ رَبُّهُ وَمَتَى شَاءَ وَبِقَدْرِ مَا شَاءَ.

اور تحقیق و جانچ کے بعد کئی صفحات کے بعد امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"پس یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ علم جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص نسبت درست ہے، وہ صرف دو قسموں کا علم ہے:

1. ذاتی علم (یعنی ایسا علم جو اللہ کی اپنی ذات کا خاصہ ہے)،

2. اور ایسا مطلق تفصیلی علم جو تمام الٰہی معلومات کو حقیقی طور پر احاطہ کیے ہوئے ہو۔

پس یہی دونوں قسمیں ان آیات میں مراد ہیں جن میں علم کی نفی کی گئی ہے۔ اور وہ علم جس کا بندوں کے لیے اثبات درست ہے، وہ عطائی علم ہے، چاہے وہ مطلق اجمالی علم ہو یا مطلق تفصیلی علم۔ اور مدح (تعریف) اسی عطائی علم سے کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اسی علم سے تعریف کی ہے: جیسا کہ فرمایا:

﴿اور ہم نے اسے ایک جاننے والے لڑکے کی خوشخبری دی﴾ ﴿بے شک وہ علم رکھنے والا ہے، کیونکہ ہم نے اسے سکھایا﴾،

﴿اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم عطا فرمایا﴾، ﴿اور اللہ نے تمہیں وہ علم دیا جو تم نہیں جانتے تھے﴾

اور اس طرح کی بہت سی آیات میں بھی یہی بات مذکور ہے۔ پس یہی (عطائی علم) آیاتِ اثبات میں مراد ہے۔ یہی وہ درست موقف ہے جس سے ہٹنا ممکن نہیں، اور نہ ہی اس کے سوا کوئی اور ممکن راستہ ہے۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو غیب کے علم میں سے جو چاہا، جب چاہا، اور جتنا چاہا، اتنا علم عطا فرمایا۔ لہٰذا ہمارے نبی ﷺ غیب میں سے وہ کچھ جانتے ہیں جو ان کے رب نے ان پر ظاہر فرمایا، جب ظاہر فرمایا، اور جتنا ظاہر فرمایا۔

الأحاديث:

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى اطِّلَاعِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ فَهِيَ:

1 ((عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ))"

2((عُرِضَ عَلَيَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَأَمْرِ الآخِرَةِ.

3. ((... فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ، وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَا عَلِمْنَا أَحْفَظُنَا)).

4. ((... إِنَّ اللهَ زُوِيَ لِيَ الْأَرْضَ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا))

5. ((... فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ))

قال الترمذي: «هذا حديث صحيح»، سألتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هذا الحديث فقال صحيح.

اور وہ احادیث جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی ﷺ کو غیب پر مطلع فرمایا، وہ یہ ہیں:

(1) طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا: نبی ﷺ ہمارے درمیان ایک موقع پر کھڑے ہوئے اور ہمیں مخلوق کی ابتدا سے کر یہاں تک خبر دی کہ جنتی لوگ اپنی جنتوں میں داخل ہو گئے اور دوزخی لوگ اپنی دوزخوں میں۔

(2) آپ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے دنیا اور آخرت کے وہ تمام امور پیش کیے گئے جو پیش آنے والے ہیں۔

(3) ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے ہمیں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دی، تو ہم میں سے جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا۔

(4) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

(5) آپ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز میرے سے نمایاں کر دی گئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس کی صحت کے بارے سوال کیا تو انہوں نے کہا (حدیث) صحیح ہے۔

CamScanner

6. قَالَ الْعَلَّامَةُ الْقَسْطَلَانِيُّ: أَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ)) نَقَلَهُ عُلَاءُ الدِّينِ الْعَلِيُّ الْمُتَّقِي ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ جليان مِنَ اللَّهِ جَلَّاه لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِهِ))"

"7. وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنفا فِي عَرْضِ هَذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَكَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا)).

8. وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)).

9. وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ)).

10. وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

(6) علامہ قسطلانی نے کہا کہ: طبری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو بلند کر دیا، تو میں اسے اور اس میں ہونے والے تمام امور کو قیامت تک اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

علاء الدین متقی الحنفی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ پر تجلی تھی، جیسا کہ پچھلے انبیاء پر تجلی ہوئی تھی۔

(7) آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے سامنے جنت اور دوزخ ابھی اسی دیوار کی سمت میں پیش کی گئی تھیں، اور میں نے کبھی بھی آج جیسا دن نہیں دیکھا خیر اور شر کے لحاظ سے۔ اگر تم وہ سب جانتے جو میں جانتا ہوں، تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

(8) آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم میرے قبلے کو یہاں دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے مخفی نہیں، بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(9) آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔

(10) آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ فلاں کا قتل گاہ ہے، اور پھر زمین پر یہاں اور یہاں اپنا ہاتھ رکھا۔

راوی کہتا ہے: ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے مقام سے ذرا بھی ادھر اُدھر نہ مرا۔

CS CamScanner

أقْوَالُ الأَئِمَّةِ:

وَأَمَّا أَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى اطِّلَاعِ اللهِ نَبِيَّنَا عَلَى الْغَيْبِ فَهِيَ:

(1) قَالَ الْعَلَّامَةُ مَحْمُودُ الْآلُوسِيُّ: «لَمْ يَقْبَضْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ يُمْكِنُ الْعِلْمُ بِهِ))

2... قَالَ السَّيِّدُ عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّبَّاغُ: « كَيْفَ يَخْفَى أَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ (الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ) وَالْوَاحِدُ مِنْ أَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ أُمَّتِهِ الشَّرِيفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ هَذِهِ الْخَمْسِ.

3. ... قَالَ الْإِمَامُ جَلَالُ الدِّينِ السُّيُوطِيُّ: «ذَهَبَ بَعْضُهُمْ إِلَى أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُوتِيَ عِلْمَ الْخَمْسِ أَيْضًا وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوحِ وَأَنَّهُ أُمِرَ بِكَتْمِ ذَلِكَ).

4. ... قَالَ الْعَلَّامَةُ الْمُنَاوِيُّ: «خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ عَلَى وَجْهِ الْإِحَاطَةِ وَالشُّمُولِ كُلِّيًّا وَجُزْئِيًّا فَلَا يُنَافِيهِ اطِّلَاعُ اللهِ تَعَالَى بَعْضَ خَوَاصِهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ حتى مِنْ هَذِهِ الْخَمْسِ لِأَنَّهَا جُزْئِيَّاتٌ مَعْدُودَةٌ، وَإِنْكَارُ الْمُعْتَزِلَةِ لِذَلِكَ مُكَابَرَةٌ))

5. ... قَالَ أَحْمَدُ شِهَابُ الدِّينِ الْخَفَاجِيُّ: اطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلَى غَيْبٍ مِن غُيُوبِ اللهِ بِنُورٍ مِنْهُ بِدَلِيلِ: ((اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ)) لَا يُسْتَغْرَبُ.

اور جہاں تک ان علماء کے اقوال کا تعلق ہے جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے نبی ﷺ کو غیب پر مطلع فرمایا، تو وہ یہ ہیں:

(1) علامہ محمود الآلوسی نے کہا" : رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے پردہ فرما گئے کہ آپ ﷺ ہر اس چیز کو جان چکے تھے جس کا جاننا ممکن تھا۔"

(2) سید عبدالعزیز دباغ نے کہا" : یہ کیسے ممکن ہے کہ ان پانچ امور کا علم آپ ﷺ سے مخفی ہو، جبکہ آپ کی امت کے اہلِ تصرف (یعنی خاص روحانی مقام والے افراد) بھی ان پانچوں (یعنی قیامت، بارش، رحم میں جو ہے، کل انسان کیا کرے گا، کہاں مرے گا) کو جانے بغیر تصرف نہیں کر سکتے۔"

(3) امام جلال الدین سیوطی نے کہا" : بعض اہلِ علم کا موقف ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان پانچ امور کا بھی علم عطا کیا گیا، جیسے قیامت کا وقت اور روح کا معاملہ، مگر آپ کو اس علم کے ظاہر کرنے سے روکا گیا۔"

(4) علامہ مناوی نے کہا" : پانچ چیزیں وہ ہیں جنہیں اللہ ہی مکمل طور پر جانتا ہے، اجمالاً و تفصیلاً، مگر اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ان میں سے بعض غیبی امور پر مطلع فرما دے، کیونکہ یہ تو محدود جزوی چیزیں ہیں۔ معتزلہ کا انکار محض ضد اور انکارِ حق ہے۔"

(5) احمد شہاب الدین خفاجی نے کہا" : اللہ کے بندے کو اللہ کی طرف سے کسی نور کے ذریعہ غیب پر مطلع کرنا کوئی بعید بات نہیں، جیسا کہ حدیث ہے: 'مومن کی فراست سے بچو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'۔"

CS CamScanner

6. ... قَالَ الْقَاضِي الشَّوْكَانِيُّ: فَإِنْ قُلْتَ: إِذَنْ قَدْ تَقَرَّرَ بِهَذَا الدَّلِيلِ الْقُرْآنِيِّ أَنَّ اللهَ يُظْهِرُ مَنْ ارْتَضَى مِنْ رُسُلِهِ عَلَى مَا شَاءَ مِنْ غَيْبِهِ، فَهَلْ لِلرَّسُولِ الَّذِي أَظْهَرَهُ اللهُ عَلَى مَا شَاءَ مِنْ غَيْبِهِ أَنْ يُخْبِرَ بِهِ بَعْضَ أُمَّتِهِ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ وَلَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ وَقَدْ ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا مَا لَا يَخْفَى عَلَى عَارِفٍ بِالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ، ثُمَّ ذَكَرَ أَحَادِيثَ أَخْبَرَ النَّبِيُّ فِيهَا بِالْأُمُورِ الْغَيْبِيَّةِ))"

"7. قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ: «وَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُونُ فِي الْغَيْبِ وَيُطَالِعُ بِهَا مَا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ))

8. قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ الْغَزَالِيُّ: «إِنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُونُ فِي الْغَيْبِ إِمَّا فِي الْيَقْظَةِ أَوْ فِي الْمَنَامِ إِذْ يُطَالِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوظَ فَيَرَى مَا فِيهِ مِنَ الْغَيْبِ)).

9. قَالَ الْإِمَامُ الْقَاضِي عِيَاضٌ: «وَمِنْ ذَلِكَ مَا اطلعَ عَلَيْهِ مِنَ الْغُيُوبِ وَمَا يَكُونُ) وَالْأَحَادِيثُ فِي هَذَا الْبَابِ بَحْرٌ لَا يُدْرَكُ قَعْرُهُ)).

(6) قاضی شوکانی نے فرمایا" : جب قرآن کی دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ جسے چاہے اپنے غیب میں سے کسی حصے پر مطلع فرما سکتا ہے، تو کیا رسول اللہ ﷺ بھی اس غیب کو اپنی امت کے بعض افراد کو بتا سکتے ہیں؟ تو جواب ہاں میں ہے، اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ اور نبی ﷺ سے اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جو جاننے والے پر پوشیدہ نہیں۔"

(7) امام ابن حجر عسقلانی نے کہا" : نبی کریم ﷺ کو ایک ایسی صفت عطا ہوئی ہے جس کے ذریعے آپ غیب میں ہونے والی باتوں کا ادراک کرتے ہیں اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہے، اسے ملاحظہ فرماتے ہیں۔"

(8) امام محمد الغزالی نے کہا" : آپ ﷺ کو ایک ایسی صفت دی گئی ہے جس کے ذریعہ آپ غیب کی خبریں جانتے ہیں، چاہے بیداری میں ہو یا خواب میں، کیونکہ آپ لوحِ محفوظ کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور جو کچھ اس میں غیب سے متعلق ہے، وہ دیکھتے ہیں۔"

(9) امام قاضی عیاض نے فرمایا" : آپ ﷺ کو جو غیب کی خبریں اور آئندہ ہونے والے واقعات پر اطلاع دی گئی، ان میں احادیث کا ذخیرہ ایسا ہے جو ایک بے کنار سمندر کی طرح ہے جس کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔"

السُّؤَالُ18: هَلْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَارَاتٌ أَعْطَاهَا اللهُ إِيَّاهُ؟

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ اختیارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے گئے تھے؟

الْجَوَابُ: لَا يُمْكِنُ أَنْ يَفْعَلَ أَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِينَ شَيْئًا بِغَيْرِ إِذْنِ اللهِ حَتَّى لَا يُمْكِنُ لِأَيِّ إِنْسَانٍ أَنْ يَقْتُلَ بَعُوضَةً أَوْ ذُبَابًا بِدُونَ إِذْنِ اللهِ وَإِرَادَتِهِ، فَإِذَا أَتَى إِذْنُ اللهِ مَكَنَ الْبَعُوضَةَ عَلَى قَتْلِ إِنْسَانٍ كَمَا يُقَالُ فِي قِصَّةِ مَوْتِ نَمْرُودَ وَكَمَا تَرَى كَثِيرًا مِنَ الْإِنْسَانِ يَمُوتُ بِسَبَبِ الذُّبَابِ أَوِ الْبَعُوضِ لِنَقْلِهَا الْجَرَاثِيمَ إِلَى جِسْمِ الْإِنْسَانِ.

دنیا کے کسی بھی فرد کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی کام انجام دے، یہاں تک کہ کوئی انسان اللہ کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر کسی مچھر یا مکھی کو بھی نہیں مار سکتا۔ اور جب اللہ کا اذن آتا ہے، تو وہی مچھر انسان کو ہلاک کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، جیسا کہ نمرود کی موت کے واقعے میں کہا جاتا ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ انسان کثرت سے مکھی یا مچھر کے سبب فوت ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ جراثیم کو انسان کے جسم میں منتقل کرتے ہیں۔

CS CamScanner

وَهَكَذَا لَا يَسْتَطِيعُ أَحَد أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى بِغَيْرِ إِذْنِ اللهِ وَلَكِنْ إِذَا سَاعَدَه إِذْنُ اللهِ وَتَوْفِيقُهُ تَمَكَّنَ عَلَى ذَلِكَ كَمَا كَانَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ، فَفِي الْقُرْآنِ: ﴿وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ ﴾ [آلِ عِمْرَانَ: 49]

وَهَكَذَا لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُوتِيَ احدا ولدا بِغَيْرِ إِذْنِ اللهِ وَلَكِنْ إِذَا عَاضَدَهُ إِذْنُ اللهِ وَمَشِيئَتِهِ فَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ وَلَدا فَفِي الْقُرْآنِ حِكَايَةً عَنْ قَوْلِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴾ [مَرْيَمَ: 19]

إِذَا عَلِمْتَ هَذَا فَاعْلَمْ أَنَّ اللهَ جَعَلَ النَّاسَ مُتَفَاوِتِينَ فِي الصِّفَاتِ، فَمِنْهُم مَنْ هُوَ فَائِقٌ عَلَى الْأُلُوفِ وَمِنْهُمْ مَنْ هُوَ كَسَائِرِ النَّاسِ. وَهَذَا كُلُّهُ مِنْ عِنْدِ اللهِ لَا كَمَالَ لِأَحَدٍ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ إِلَّا بِخَلْقِ اللهِ فِيهِ فَإِذَا اعْتَرَفْنَا بِكَمَالِ أَحَدٍ فَإِنَّمَا اعْتَرَفْنَا بِنِعْمَةِ اللهِ عَلَيْهِ. فَمِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَى نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهَبَ لَهُ مِنَ الصِّفَاتِ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ، فَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَالَاتٌ وَفَضَائِلُ لَا تُحْصَى وَلَا تُعْرَفُ حَقِيقَتُهَا سِوَى رَبِّهِ.

اسی طرح، کوئی بھی شخص اللہ کے اذن کے بغیر مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔ لیکن جب اللہ کی اجازت اور اس کی توفیق شامل ہو تو یہ ممکن ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت عیسی علیہ السلام مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتے تھے، چنانچہ قرآن میں ہے" : اور میں مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں] "

اسی طرح، کوئی کسی کو بیٹا بھی نہیں دے سکتا بغیر اللہ کی اجازت کے، لیکن جب اللہ کا اذن اور اس کی مشیئت شامل ہو، تو وہ جسے چاہے بیٹا عطا کر دیتا ہے۔ قرآن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے" : کہا میں تو تیرے رب کا پیغام لایا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں] "

جب تم یہ جان چکے تو جان لو کہ اللہ نے انسانوں کو صفات میں مختلف بنایا ہے۔ ان میں سے بعض ہزاروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور بعض عام لوگوں جیسے ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، کسی میں ذاتی طور پر نہ کوئی کمال ہے اور نہ صفات، جب تک کہ اللہ انہیں عطا نہ کرے۔ پس جب ہم کسی کے کمال کو تسلیم کرتے ہیں تو حقیقت میں ہم اللہ کی نعمت کو مان رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ پر اپنی نعمتیں نازل فرمائیں اور آپ ﷺ کو ایسی صفات عطا فرمائیں جو دنیا کے کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ لہذا نبی کریم ﷺ کے ایسے بے شمار کمالات اور فضائل ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، اور ان کی حقیقت کو صرف آپ کا رب ہی جانتا ہے۔

فَاللهُ وَهَبَ لِنَبِيِّنَا الْخِيَارَ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأُمُورِ فَمِنْهَا:

أَنَّ النَّبِيَّ يُغْنِي مَنْ يَشَاءُ بِإِذْنِ اللهِ كَمَا قَالَ: ﴿وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ ﴾ [التَّوْبَةِ: 74]

وَأَنَّ النَّبِيَّ يُوتِي مَنْ يَشَاءُ وَيَمْنَعُ مَنْ يَشَاءُ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى كَمَا قَالَ رَبُّنَا: ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ﴾ [الْحَشْرِ: 7] وَقَالَ: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ ﴾ [التَّوْبَةِ: ٥٩] وَقَالَ: ﴿ وَسَيُؤْتِينَا اللهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ﴾ [التَّوْبَةِ: ٥٩]

وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يحِلُّ أَشْيَاءَ وَيُحَرِّمُ أَشْيَاءَ بِإِذْنِ اللهِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الْأَعْرَافِ: 157]

CamScanner

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو کئی امور میں اختیار عطا فرمایا، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1) نبی ﷺ جسے چاہیں اللہ کے اذن سے مالدار بنادیتے ہیں، جیسا کہ فرمایا گیا: اور انہوں نے (یہ بات)صرف اس وجہ سے ناپسند کی کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا] "

(2) نبی ﷺ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں روک لیتے ہیں، اللہ کے حکم سے، جیسا کہ فرمایا" : اور جو کچھ رسول تمہیں دے، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کرے، رک جاؤ] " اور اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا] ". اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے"

(3) نبی ﷺ اللہ کے اذن سے چیزوں کو حلال و حرام قرار دیتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں] "

فَلِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَارَاتٌ تَثْبُتُ بِالْآيَاتِ كَمَا مَرَّ وَبِالْأَحَادِيثِ فَمِنْهَا: أَنَّهُ قَالَ: ((أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (1))). رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه." "وَأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ الْمَدِينَةَ)) وَمِنْ خِيَارَاتِهِ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْقَطَ عَنْ رَجُلٍ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ:

فَفِي مُسْنَدِ أَحْمَدَ: (أَنَّهُ (أی رَجُلًا) أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ، فَقَبِلَ ذَلِكَ مِنْهُ)).

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ اختیارات آیات سے ثابت ہیں، جیسے کہ پہلے گزر چکا، اور احادیث سے (ثابت ہیں) ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام کیا، وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ نے حرام کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا، اور میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک شخص سے تین نمازیں معاف فرمادیں۔ جیسا کہ مسند احمد میں ہے: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس شرط پر اسلام لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قبول فرمالیا۔

وَمِنْ خِيَارَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُؤْتِي الْجَنَّةَ لِمَنْ يَشَاءُ:

فَعَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِي قَالَ: ((كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُه بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي: سَلْ. فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ! قَالَ: أَوَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ)). رواه مسلم وأبو داود.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ جسے چاہتے جنت عطا کرتے ہیں۔ ربیعہ بن کعب اسلمی کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتا، آپ کے وضو اور ضروریات کا سامان لاتا۔ تو آپ نے فرمایا مانگو۔ میں نے عرض کیا: جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اور کچھ؟ میں نے عرض کیا: بس یہی۔ آپ نے فرمایا: تو اپنے نفس پر میری مدد کرو، کثرتِ سجدہ کے ذریعے۔

CS CamScanner

وَمِنْ خَصَائِصِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخِيَارَاتِهِ أَنَّهُ كَانَ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ الْأَحْكَامِ، كَمَا جَعَلَهُ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ.

فَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى فَرَسًا مِنْ سَوَاءِ بْنِ الْحَارِثِ فَجَحَدَهُ فَشَهِدَ لَهُ خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَا حَمَلَكَ عَلَى الشَّهَادَةِ وَلَمْ تَكُنْ مَعَهُ حَاضِرًا؟ قَالَ: صَدَّقْتُكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَقُولُ إِلَّا حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ شَهِدَ لَهُ خُزَيْمَةُ أَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ حَسْبُهُ))."

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور اختیارات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ جسے چاہتے، خاص احکام کے ساتھ مخصوص فرما دیتے۔ جیسا کہ آپ نے خزیمہ بن ثابت کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔

چنانچہ روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواء بن حارث سے ایک گھوڑا خریدا، اس نے انکار کیا، تو خزیمہ بن ثابت نے گواہی دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کیسے گواہی دی حالانکہ تم موجود نہ تھے؟ انہوں نے کہا: میں نے آپ کی تصدیق کی، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خزیمہ کی گواہی جس کے حق یا خلاف ہو، کافی ہے۔

"وَمِنْ ذَلِكَ تَرْخِيصُهُ فِي النِّيَاحَةِ لِأُمِّ عَطِيَّةَ:

فَعَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: ((لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ [الْمُمْتَحَنَة: ١٢] قَالَتْ كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ، قَالَتْ:

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا آلَ فُلَانٍ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَا بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أُسْعِدَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِلَّا آلَ فُلَانٍ).

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی اجازت دی۔ ام عطیہ کہتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتیں آپ سے بیعت کریں گی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور کسی معروف بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو اس میں نوحہ بھی شامل تھا۔
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فلاں خاندان کے لیے مجھے اجازت دیجیے، کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میری مدد کی تھی، مجھے بھی ان کی مدد کرنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں خاندان کو اجازت ہے۔

وَمِنْ ذَلِكَ تَرْكُ الْإِحْدَادِ لِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ فِي عِدَّتِهَا:

((فَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: لَمَّا أُصِيبَ جَعْفَر أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: تَسَلَّبِي ثَلَاثًا، ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ)). وَبِالْجُمْلَةِ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خِيَارَاتٌ أَعْطَاهَا اللهُ إِيَّاهُ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ."

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس کو عدت کے دوران سوگ نہ کرنے کی رخصت دی۔ وہ کہتی ہیں: جب جعفر شہید ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: تین دن تک سوگ مناؤ، پھر جو چاہو کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے اپنے فضل اور کرم سے خاص اختیارات عطا فرمائے۔

CS CamScanner

السُّؤَالُ19: بَعْضُ النَّاسِ يَقُولُ: يَكْفِينَا الْقُرْآنُ فَقَطْ دُونَ الْحَدِيثِ، وَالْبَعْضُ يَقُولُ يَكْفِينَا الْقُرْآنُ وَالْحَدِيثُ فَقَطْ دُونَ غَيْرِهِمَا وَلَا ضَرُورَةَ لَنَا لِاقْتِدَاءِ السَّلَفِ الصَّالِحِ، فَمَا حَقِيقَةُ هَذِهِ الدَّعْوَى؟

بعض لوگ کہتے ہیں: ہمیں صرف قرآن ہی کافی ہے، حدیث کی ضرورت نہیں، اور بعض کہتے ہیں: ہمیں قرآن اور حدیث کافی ہیں، ان کے علاوہ کسی اور چیز کی ہمیں ضرورت نہیں، اور ہمیں سلف صالحین کی پیروی کی کوئی حاجت نہیں۔ تو اس دعوے کی حقیقت کیا ہے؟

الْجَوَابُ: «السَّلَفُ الصَّالِحُ هُمُ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ وَمَا اتَّصَلَ بِهِمْ: الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَأَتْبَاعُهُمْ، وَسَمُّوا سَلَفًا لِأَنَّهُمْ بِالنِّسْبَةِ لِمَنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ: سَالِفُونَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ خَالِفُونَ ، وَسَمُّوا بِالصَّالِحِينَ لِقِلَّةِ الصَّلَاحِ عَلَيْهِمْ، وَعَلَى زَمَانِهِمْ)).

«وَيغْلِب إِطْلَاق السَّلَفِ الصَّالِح عَلَى أَصْحَابِ الْقُرُونِ الْمُفَضَّلَةِ، وَخَاصَّةً الطَّبَقَتَيْنِ: الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَكُلُّ طَبَقَةٍ مِنْهُمْ يُعَظِمُ اللَّاحِقُ مِنْهُمُ السَّابِقَ)). يَجِبُ اتِّبَاعُ السَّلَفِ وَاقْتِدَاؤُهُمْ بِنُصُوصِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ فَمِنْهَا:

1قَدْ أَوْجَبَ الْقُرْآنُ اتِّبَاعَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَلُزُومَ طَرِيقَتِهِمْ، وَتَوَعَّدَ مَنْ يُخَالِفُ سَبِيلَهُمْ بِالْعَذَابِ الْأَلِيمِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النِّسَاءِ: 115]

قَالَ الْمُفَسِّرُونَ فِي تَفْسِيرِهِ: أَيْ غَيْرَ مَا هُمْ مُسْتَمِرُّونَ عَلَيْهِ مِنْ عَقْدٍ وَعَمَلٍ وَهُوَ الدِّينُ الْقَيِّمُ. وَاحْتَجَّ بِهِ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ، وَكَانَ قَدْ سُئِلَ عَنْ دَلِيلٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَلَى صِحَةِ الْإِجْمَاعِ، فَتَلَا هَذِهِ الْآيَةَ. وَوَجْهُ الاحْتِجَاجِ هُوَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْعَدَ عَلَى اتِّبَاعِ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ كَمَا أَوْعَدَ عَلَى مُشَاقَّةِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَسَوَّى بَيْنَ مُخَالَفَةِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَبَيْنَ مُشَاقَّةِ الرَّسُولِ بَعْدَ تَبْيِينِ الْهُدَى))."

"سلف صالحین وہ پہلے لوگ ہیں اور وہ لوگ جو ان سے جُڑے ہوئے ہیں: صحابہ، تابعین اور ان کے پیروکار۔ ان کو 'سلف' اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو لوگ ان کے بعد آئے، ان کے مقابلے میں یہ پہلے (یعنی سابقین) ہیں، اور جو ان کے بعد آئے وہ لاحقین (یعنی بعد والے) کہلاتے ہیں۔ اور ان کو 'صالحین' اس لیے کہا گیا کہ ان پر اور ان کے زمانے پر صلاح (نیکی و دینداری) غالب تھی۔ اور عموماً سلف صالحین کا اطلاق اُن بابرکت صدیوں کے لوگوں پر ہوتا ہے، خاص طور پر دو طبقوں پر: **صحابہ اور تابعین**۔ اور ہر طبقہ اپنے سے پہلے والے طبقے کی تعظیم کرتا تھا۔ سلف کی پیروی اور ان کی اقتدا قرآن و سنت کے دلائل کی بنیاد پر واجب ہے۔ ان میں سے ایک دلیل یہ ہے:

1۔ قرآن نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع اور ان کے طریقے پر قائم رہنے کو واجب قرار دیا ہے، اور جو ان کے راستے کی مخالفت کرے، اس کے لیے دردناک عذاب کی وعید دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راہ پر چلے، تو ہم اسے اُسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا، اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔" مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: یعنی "جو کچھ صحابہ کرام علیہ الرضوان عقیدہ و عمل کے لحاظ سے قائم تھے (جو کہ دینِ مستقیم ہے)، اُس کے خلاف راہ اختیار کرنا"۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی آیت سے اجماع (امت کے اجماعی فیصلے) کی صحت پر دلیل لی۔ جب اُن سے کتاب اللہ سے اجماع پر دلیل پوچھی گئی تو انہوں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور اس آیت سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے راستے کے خلاف چلنے پر ایسی ہی وعید سنائی جیسی رسول کی مخالفت پر، پس اس میں دونوں کو برابر ٹھہرایا کہ "مومنوں کے راستے کی مخالفت" اور "رسول کی مخالفت"، دونوں ایک ہی درجے کی مذمت کے مستحق ہیں، بعد اس کے کہ ہدایت واضح ہو گئی ہو۔

CamScanner

2. وقال تعالى: ﴿فَإِنْ ءَامَنُوا بِمِثْلِ مَا ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [الْبَقَرَة: 137]

هَذَا دَلِيلٌ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ هُوَ الْهُدَى وَالْحَقُّ، وَمَنْ اهْتَدَى بِهِ فَإِنَّهُ عَلَى هُدًى وَعَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ، فَالصَّحَابَةُ هُمُ الْمَعْنِيُّونَ بِمَا فِي الْآيَةِ أَوَّلًا، ثُمَّ مَنْ سَارَ عَلَى دَرْبِهِمْ وَاقْتَدَى بِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ ثَانِيًا.

3. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [يُوسُف: 108]

وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ هُمْ أَوَّلُ أَتْبَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ عَلَى سَبِيلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُونَ إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ.

2. اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: پس اگر وہ (کفار) بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً ہدایت پا گئے، اور اگر وہ منہ موڑیں تو وہ تو صرف مخالفت میں ہیں، سو عنقریب اللہ تمہیں ان سے کافی ہو گا، اور وہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

یہ صریح دلیل ہے کہ جس طریقے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، وہی ہدایت اور حق ہے۔ اور جو ان کے طریقے پر چلا، وہی ہدایت یافتہ ہے اور وہی سیدھے راستے پر ہے۔ لہٰذا، آیت میں سب سے پہلے مراد صحابہ کرام ہی ہیں، پھر ان کے بعد جو ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کی پیروی کی، وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

3. اور اللہ تعالی کا فرمان ہے" : فرما دیجئے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور وہ بھی جو میری پیروی کریں، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے سب سے پہلے پیروکار ہیں، پس وہ نبی ﷺ کے راستے پر ہیں اور بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

4. ثَنَاءُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ وَرِضَاهُ عَنْهُمْ، بِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الْفَتْح: ٢٩]

وَبِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التَّوْبَة: 100]

وَبِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ [الْفَتْح: ٢٦]"

CS CamScanner

اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف فرمائی اور ان سے اپنی رضا کا اظہار کیا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے سجدے کے اثر سے۔ یہ ان کی مثال ہے تورات میں، اور ان کی مثال انجیل میں (ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو طاقتور بنایا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، جو کاشتکاروں کو خوش کرتی ہے تاکہ اللہ ان سے کفار کو غضب دلائے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، مغفرت اور بہت بڑا اجر وعدہ فرمایا ہے۔"

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت لے جانے والے پہلے لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔" اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: "پھر اللہ نے اپنی سکینت (اطمینان و رحمت) اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی، اور ان پر تقویٰ کی بات لازم کر دی، اور وہ اس کے سب سے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

"5. وَتَزْكِيَةُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهم، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)). متفق عليه.

فَهَذِهِ الْآيَاتُ وَالْأَحَادِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُمْ عَلَى هُدًى وَخَيْرٍ وَأَنَّهُمْ أَهْلٌ لِلِاقْتِدَاءِ وَالِاتِّبَاعِ. وَمَنْ كَانَ جَاهِلًا بِعَمَلِ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَفِقْهِهِمْ، وَكَثُرَ خَطَؤُهُ، وَجَاءَ بِشُذُوذِ الْأَقْوَالِ، وَلَوْ كَانَ مَعَهُ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ؛ قَالَ سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ: الْحَدِيثُ مَضَلَّةٌ إِلَّا لِلْفُقَهَاءِ).

وَقَدْ بَيَّنَ ابْنُ أَبِي زَيْدٍ مَعْنَى ذَلِكَ: يُرِيدُ: أَنَّ غَيْرَهُمْ قَدْ يَحْمِلُ شَيْئًا عَلَى ظَاهِرِهِ، وَلَهُ تَأْوِيلٌ مِنْ حَدِيثِ غَيْرِهِ، أَوْ دَلِيلٍ يَخْفَى عَلَيْهِ، أَوْ مَتْرُوكٍ وَجَبَ تَرْكُهُ غَيْرَ شَيْءٍ مِمَّا لَا يَقُومُ بِهِ إِلَّا من اسْتَبْحَرَ وَتَفَقَّهَ).

وَمِنْ هَذَا قَوْلُ ابْنِ وَهْبٍ: «كُلُّ صَاحِبِ حَدِيثٍ لَيْسَ لَهُ إِمَامٌ فِي الْفِقْهِ، فَهُوَ ضَالٌّ، وَلَوْلَا أَنَّ اللَّهَ أَنْقَذَنَا بِمَالِكٍ وَاللَّيْثِ، لَضَلَلْنَا).

(5) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی تزکیہ و توثیق فرمائی۔ چنانچہ فرمایا: "سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔"

یہ آیات اور احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ صحابہ کرام ہدایت پر اور خیر پر تھے، اور وہ اتباع و اقتداء کے لائق ہیں۔ اور جو شخص پہلے دور کے لوگوں کے عمل اور ان کے فہم سے جاہل ہو، اور اس سے زیادہ غلطیاں سرزد ہوں، اور وہ نادر و عجیب اقوال لے آئے، خواہ اس کے پاس حدیث کا ظاہر ہی کیوں نہ ہو، تو سفیان بن عیینہ نے فرمایا: "حدیث گمراہی کا باعث بن سکتی ہے، مگر فقہاء کے لیے نہیں۔"

ابن ابی زید نے اس کا مطلب یہ بیان کیا یعنی غیر فقیہ شخص کسی حدیث کو اس کے ظاہر پر لے سکتا ہے، حالانکہ اس کا ایک دوسرا مطلب یا تاویل کسی اور حدیث سے یا کسی چھپے ہوئے دلیل سے ثابت ہوتی ہے، یا وہ حدیث منسوخ ہوتی ہے، اور اس کا ترک واجب ہوتا ہے، اور ان سب امور کو وہی سمجھ سکتا ہے جو علم میں راسخ اور فقہ میں ماہر ہو۔ اسی طرح ابن وہب نے کہا: "ہر وہ شخص جو صرف حدیث کا علم رکھتا ہو لیکن فقہ میں اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ گمراہ ہے۔ اگر اللہ نے ہمیں امام مالک اور لیث بن سعد کے ذریعے نہ سنبھالا ہوتا تو ہم گمراہ ہو جاتے۔"

CamScanner

وَرُبَّمَا أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ عَلَى تَرْكِ الْعَمَلِ بِحَدِيثٍ، وَهُوَ صَحِيحٌ؛ لِأَنَّهُمْ يَعْلَمُونَ سَبَبًا مَشْرُوعًا لِتَرْكِ الْعَمَلِ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنُوهُ فَصَارَ مُجَرَّدُ تَرْكِهِمْ دَلِيلًا مُسْتَقِلًّا فِي ذَاتِهِ عَلَى التَّرْكِ، لَا أَنْ تَرْكَهُمْ بِذَاتِهِ أَفْضَلُ مِنَ الْحَدِيثِ لِذَاتِهِ).

فَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَجْتَمِعُوا عَلَى تَرْكِ سُنَّةٍ، وَلَا أَنْ يَجْتَمِعُوا عَلَى فِعْلِ خَطَأٍ، وَقَدْ قَالَ ابْنُ أَبِي زَيْدٍ فِي جَامِعِهِ: «وَالتَّسْلِيمُ لِلسُّنَنِ لَا تُعَارَضُ بِرَأْيٍ، وَلَا تُدَافَعُ بِقِيَاسٍ، وَمَا تَأَوَّلَهُ مِنْهَا السَّلَفُ الصَّالِحُ تَأَوَّلْنَاهُ، وَمَا عَمِلُوا بِهِ عَمِلْنَاهُ، وَمَا تَرَكُوهُ تَرَكْنَاهُ، وَيَسعنا أَنْ نُمْسِكَ عَمَّا أَمْسَكُوا، وَنَتَّبِعُهُمْ فِيمَا بَيَّنُوا، وَنَقْتَدِيَ بِهِمْ فِيمَا اسْتَنْبَطُوهُ وَرَأَوْهُ فِي الْحَوَادِثِ، وَلَا نَخْرُجَ عَنْ جَمَاعَتِهِمْ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ أَوْ فِي تَأْوِيلِهِ).

وَبِالْجُمْلَةِ فِي اتِّبَاعِ السَّلَفِ الصَّالِحِ النَّجَاةُ وَهُمُ الْقُدْوَةُ فِي تَأْوِيلِ مَا تَأَوَّلُوهُ وَاسْتِخْرَاجِ مَا اسْتَنْبَطُوهُ. وَقَدْ عَلَّمَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عِبَادَهُ دُعَاءَ الْهِدَايَةِ إِلَى صِرَاطِ الْمُنْعَمِ عَلَيْهِمْ وَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ وَالصَّالِحُونَ، فَأَمَرَنَا اللَّهُ إِيَّانَا أَنْ نَدْعُوَ هَكَذَا: ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ [الْفَاتِحَةِ: ٦-٧] وَبَيَّنَ الْمُنْعَمَ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ: ﴿فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ﴾ [النِّسَاءِ: ٦٩]

رَزَقَنَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمُ الْعَمَلَ بِالْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَاقْتِدَاءِ السَّلَفِ الصَّالِحِينَ، وَعَافَانَا مِنْ مَنْهَجِ الضَّالِّينَ. آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ."

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کسی صحیح حدیث پر عمل نہیں کرتے، کیونکہ وہ کسی شرعی وجہ کو جانتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرنے کا سبب ہوتا ہے، چاہے وہ اس وجہ کو بیان نہ کریں، تو ان کا ترکِ عمل بذاتِ خود اس حدیث کے ترک کی مستقل دلیل بن جاتا ہے۔ نہ یہ کہ ان کا ترک حدیث سے افضل ہو۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی سنت کو چھوڑنے پر متفق ہو جائیں یا کسی غلط کام پر سب جمع ہو جائیں۔

ابن ابی زید نے اپنی کتاب "الجامع" میں کہا ہے: "سنتوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے، نہ انہیں کسی رائے سے ٹکرایا جا سکتا ہے، نہ کسی قیاس سے رد کیا جا سکتا ہے، جس سنت کی سلف صالحین نے تاویل کی، ہم بھی وہی تاویل کریں گے، جس پر انہوں نے عمل کیا، ہم بھی وہی کریں گے، جس کو انہوں نے چھوڑا، ہم بھی وہی چھوڑیں گے۔ ہمیں بھی وہی بات روک سکتی ہے جس سے وہ رکے، اور ہم ان کی پیروی کریں گے جس کو انہوں نے واضح کیا، اور جن مسائل سے انہوں نے احکام نکالے ہم بھی ان کی اقتداء کریں گے، اور جن مسائل میں انہوں نے اختلاف کیا یا کسی بات کی تاویل کی، ان میں ہم ان کی جماعت سے جدا نہیں ہوں گے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین کی پیروی میں ہی نجات ہے۔ اور وہی ہر دینی فہم، تاویل اور استنباط میں نمونہ اور رہنما ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ سکھائی کہ وہ ہدایت کے راستے پر چلیں، جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا۔" اور فرمایا: "یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے۔" اللہ ہمیں اور آپ کو قرآن و سنت پر عمل کرنے، سلف صالحین کی اقتداء کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور گمراہوں کے راستے سے ہمیں بچائے۔ آمین یا رب العالمین۔

CS CamScanner